اخلاق المعصومین
مولفہ
علامہ سید امداد حسین کاظمی
صدر ادارہ ھذا
NAZIR
ناشر ادارۂ معارف اسلام رجسٹرڈ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
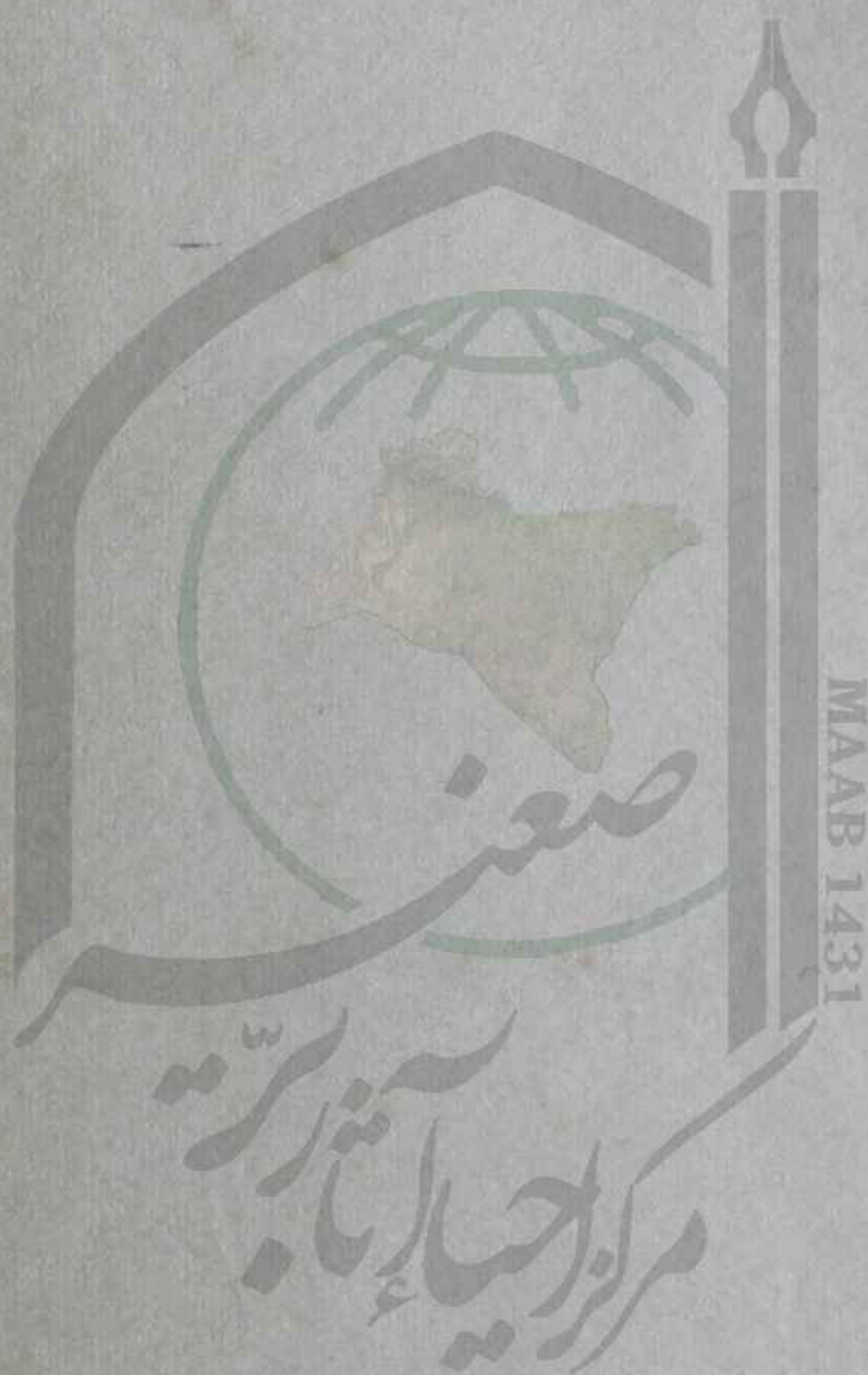
سلسلہ معارف اسلام نمبر ۳۹

یعنی

اخلاق المعصومین

(علیہم الصلوٰۃ والسلام)

تالیف لطیف

علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی المشہدی

(صدر ادارہ معارف اسلام)

ناشر

ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان

مرکزی دفتر لاہور

بار اول ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء ممبران ادارہ میں مفت تقسیم ہوئی۔ قیمت -/۱۲/۱ روپے

مندرجات

مؤلف کا تعارف

مؤلفِ علام جناب علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی المشہدی ابن سید عباس علی شاہ صاحب کاظمی المشہدی نومبر ۱۹۰۱ء میں بمقام گجرات (پنجاب) متولد ہوئے۔ آپ کے دادا مرحوم میر سید رمضان علی کاظمی المشہدی اپنے وقت کے بڑے مقدس زاہد اور فقیہہ وقت تھے یہاں تک کہ علامہ سید حشمت علی خیر اللہ پوری اعلی اللہ مقامہ جیسی مقدس ہستی اُن کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتی تھی۔ آپ سادات و مومنین لکھنؤ و امروہہ میں اپنی مجالس خوانی کی وجہ سے بہت مشہور و مقبول تھے۔ سلطان الذاکرین کہلائے۔ جن کی عمر کا زیادہ حصہ وہیں گزرا۔ اور تایا سید فرزند علی کاظمی علامہ حکیم سید غلام الحسنین صاحب کنتوری اعلی اللہ مقامہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ اُن کے مدرسہ ایمانیہ میں تعلیم حاصل کی۔

علامہ صاحب موصوف کی ابتدائی تعلیم وزیر آباد بعد ازاں گوجرانوالہ اور پھر لاہور میں ہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل، مولوی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحانات اعلیٰ درجہ میں پاس کرنے کے بعد بی۔ اے کر کے گریجویٹ بنے۔ علماء مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ نے آپ کی علمی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو اعزازی طور پر "شمس الافاضل" کی تحریری سند پیش فرمائی۔ نیز آپ نے گورمکھی کا امتحان پاس کر کے گیانی کی سند بھی حاصل کی۔ سرکاری ملازمت

کے باوجود خدمتِ دینِ حقہ آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ علاقہ جموں و کشمیر اور پونچھ میں آپ کے معرکۃ الآرا مواعظ کا چرچہ ناقابلِ فراموش ہے خاص دربار پونچھ میں آپ نے راجہ جگت دیو سنگھ والئے پونچھ کی صدارت میں مسلسل چھ مواعظ بیان فرمائے جن سے متاثر ہو کر ریاست نے آپ کو "ابوالفضل ثانی" کا خطاب دیا اور خلعتِ فاخرہ مع سند پیش کی۔ پونچھ میں جتنا عرصہ تبلیغ فرماتے رہے شاہی مہمان کی حیثیت میں رہے۔ اس کے علاوہ آپ آسام و مدراس و بنگال اور سی۔پی و یو۔پی میں بھی تبلیغ دین فرماتے رہے ہیں۔ آپ کے پاس متعدد علماء عراق و پاک و ہند کے اجازے بھی موجود ہیں۔ جو آپ کے تبحر علمی پر دال ہیں۔

مشترکہ ہندوستان کے قریباً تمام اخبارات میں آپ کی قلمی موشگافیاں جلوہ گر ہیں۔ اہلسنت کے مشہور رسالہ "صوفی" کے ایڈیٹر بھی رہے۔ اپنی مادری زبان پنجابی و اردو کے علاوہ انگریزی۔ عربی اور فارسی میں ید طولےٰ رکھتے ہیں۔ آپ کی انگریزی نظمیں، لندن کے مشہور رسالہ VICTORY اور دہلی کے انگریزی رسالہ POSTAL COMRADE میں آپ کی انگریزی نظمیں اور مضامین شائع ہو چکے ہیں اور ماہنامہ "معارف اسلام" میں تو گذشتہ پانچ سال سے علامہ صاحب کا بلند پایا علمی و تحقیقی مواد پیش ہو رہا ہے۔

تالیفات و تصانیف:۔ آپ کی شہرہ آفاق کتاب "فتنۂ

تفسیر بالرائے" علماء ملت و دیگر ذی علم حضرات سے خراج تحسین و آفرین حاصل کر چکی ہے۔ اس کے علاوہ تحقیق مہدیؑ۔ الفاطمہ۔ برکات محرم بجواب بدعات محرم۔ تطبیق الشہادت۔ اعمال واجبیہ معلم الاسلام بھی آپ کی تصانیف سے ہیں۔ اخلاق المعصومینؑ آپ کی موجودہ وقت میں آخری تالیف ہے۔ جو اس وقت آپ کے زیر نظر ہے۔ استقرار حق عزاداری جو ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ قابل اشاعت موجود ہے۔ یہ عزاداری امام حسین علیہ السلام کا گویا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ہر چیز کی تاریخ اور کوئی امر عزاداری کا ایسا نہیں جس کا جواز اس میں ہر طرح سے موجود نہ ہو۔ اور علامہ صاحب کا ترجمہ قرآن مبین مع حواشی "تفسیر المتقین" علمی تحقیقات کا ایک بہترین خزانہ ہے جو کہ ادارہ انصاف پبلشنگ کمپنی لاہور بڑے اہتمام سے شائع کر رہا ہے۔

اپنی بے لوث خدمات و تبحر علمی کی وجہ سے گزشتہ مسلسل چار سال سے بالاتفاق رائے ادارہ معارف اسلام کے صدر چنے جا رہے ہیں اور ماہنامہ معارف اسلام کے اعزازی نگران اعلےٰ بھی ہیں۔ موجودہ دور میں جبکہ قوم ایک انتہائی انتشار کے عالم میں ہے۔ اپنے تقدس و خلوص۔ غیر جانبداری اور علمی قابلیت و اہلیت کی وجہ سے قوم کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے موزوں ترین شخصیت ہیں۔

سید یحییٰ علی شاہ النقوی البخاری۔ جنرل سیکرٹری ادارہ

معارف اسلام لاہور

فہرست مآخذِ کتاب

١ - قرآنِ حکیم
٢ - تفسیر دُرِ منثور سیوطی
٣ - تفسیر کشاف
٤ - تفسیر معالم التنزیل
٥ - تفسیر بیضاوی
٦ - تفسیر نیشا پوری
٧ - تفسیر کبیر فخر الدین رازی
٨ - تاریخ طبری
٩ - تاریخ کامل ابن اثیر
١٠ - وفیات الاعیان تاریخ ابن خلکان
١١ - تاریخ الائمہ مطبوعہ اصلاح کھجوہ
١٢ - تاریخ الانبیا از شیخ احمد عثمانی دیوبندی
١٣ - سوانح عمری محمدؐ - از پروفیسر مارگونتھ
١٤ - اُسوۃ الرسولؐ - از اولاد حیدر فوق بلگرامی
١٥ - رسول مقبولؐ از ڈاکٹر نور حسین
١٦ - آثارِ جعفریہ از اولاد حیدر فوق بلگرامی
١٧ - دُرِ مقصود از اولادِ حیدر فوق بلگرامی
١٨ - اسلام اینڈ اِٹس فاؤنڈر از جے۔ ڈبلیو۔ سٹوبرٹ

۱۹- اصابہ
۲۰- علل الشرائع
۲۱- الزاہراء
(علامہ راشد الخیری)
۲۲- بحار الانوار
(علامہ مجلسی رح)
۲۳- جامع ترمذی
۲۴- سنن ابی داؤد
۲۵- مناقب احمد حنبل
۲۶- ترجمہ عین الحیات
۲۷- جلاء العیون
۲۸- بحر الجواہر
۲۹- مظاہر الادیان
۳۰- مجانی الادب
۳۱- مطالب السئول
محمد ابن طلحہ شافعی

۳۲- ارجح المطالب
علامہ عبید اللہ بسمل
۳۳- ضمیمہ ماہنامہ نور۔
کراچی
۳۴- نور الابصار
۳۵- شمس الظلام فی احوال
صاحب العصر والامان
۳۶- مثنوی رموزِ بیخودی
اقبالؔ
۳۷- احیاء العلوم غزالی
۳۸- شرح نہج البلاغہ
(ابن ابی الحدید)
۳۹- ریاض النضرہ
(محب طبری)
۴۰- جامع الاصول

دو دیگر منثورہ کتب

مقدمہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

حکیم مشرق اقبالؒ کا یہ مشہور شعر عام انسانی فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی لئے خالق انسان نے انسان کی رہنمائی ونجات اور اس کو نارِ جہنم سے بچانے کے لئے ایسے نوری افراد بھیجے جنھوں نے اسے صراطِ مستقیم روشناس کیا۔ اب یہ ان کے اُسوہ پر عمل کرکے اپنی دنیا بھی بہتر بنا سکتا ہے۔ اور حیات بعد از موت میں بھی امن و اطمینان سے بسر کرسکتا ہے۔

آپ مندرجہ بالا بیان کا ذرا علم نفسیات انسانی کی رو سے تجزیہ فرمائیں۔ انسان کے افعال و اقوال کا اثر اس کی عادت پر پڑتا ہے۔ مسلسل سچ بولنے والا شخص اگر کبھی مجبوراً جھوٹ بولے گا تو اُس کی طبیعت پر

بوجھ پڑ جائے گا۔ اوّل تو وہ جھوٹ بولے گا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ سچ کا عادی ہو چکا ہے۔ اِس کے برعکس ہمیشہ جھوٹ بولنے والا شخص جھوٹ کا خوگر ہو جائے گا۔ اور چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے غیر ضروری طور پر بھی اُس کے منہ سے جھُوٹ ہی نکلے گا۔ یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ اُس کا قول اور پھر اُس قول کی مسلسل مشق کی وجہ سے وہ اُس کی طبیعت و فطرت کا جزو لاینفک بن چکا ہے۔ یہی حال "عمل" کا ہے ایک مخصوص عمل آپ مسلسل کئے جاتے ہیں۔ وہ آپ کی طبیعت کا جزو ثانی بن جاوے گا۔ اور پھر حالت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ بغیر وہ عمل کئے آپ کی طبیعت چین نہ لے گی۔ مثل مشہور ہے "چور اگر چوری چھوڑ دیتا ہے۔ پھر بھی ہیرا پھیری کرکے اپنی عادت پوری کرتا ہے۔" یہ عادت کیا ہے؟ "عادت" اُس خود خصلت کو کہتے ہیں جو کسی مخصوص قول یا فعل کی وجہ سے طبیعت انسانی میں رچ گئی ہو۔ حکماء کے نزدیک عادت کا تعلق جسمِ انسانی سے نہیں بلکہ اس کی طبیعت سے ہے۔ طبیعتِ انسانی کوئی مادّی شے نہیں۔ موت جسم پر وارد ہوتی ہے۔ مگر طبیعت جو پیدا ہو چکی ہو۔

وہ نہیں ہٹ سکتی۔ کیونکہ انسانی اقوال و کردار کا عکس نفس یا روحِ انسانی پر جم چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہماری روح یا ہمارا نفس اُسی صورت میں مرگِ بدن کے بعد بھی مطمئن رہ سکتے ہیں اور نجات پا سکتے ہیں۔ جبکہ وہ نقوش بہتر عادت و عمدہ خصائل کی صورت میں روح پر منعکس ہو چکے ہوں۔

المرءُ یموتُ علیٰ ما عاش ویحشر علیٰ ما مات

(قولِ معصومؑ)

ترجمہ۔ انسان جس حالت میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی پر مرتا ہے۔ اور جس حالت میں مرتا ہے۔ اسی پر اس کا حشر ہوتا ہے۔

"اخلاق" یعنی قول و فعل کے آداب و طریقے اگر اچھے ہوں تو طبیعت و روحِ انسانی پر اُن کے اثرات پڑتے ہیں خود اپنے لئے اور خلقِ خدا کے لئے اچھے نتائج پیدا ہونگے۔ اور اگر یہ غیر صحیح ہوں تو لازماً اس کے نتائج بھی نہ صرف اس دنیا میں بلکہ بعد از مرگِ بدن بھی ہمارے نفس و روح پر بُرے اثرات پیدا کریں گے۔ جس کی وجہ سے کسی آن بھی چین نصیب نہ ہوگا۔ یہ شب و روز کا تجربہ ہے کہ جب کسی سے آپ اچھا سلوک کرتے ہیں تو نہ

صرف اُس کو فائدہ اور آرام پہنچتا ہے بلکہ خود آپ اپنی ذات میں اطمینان اور اپنے کو ہلکا پھلکا محسوس کرتے ہیں لہٰذا زندگی کی سب سے بڑی ضرورت "خوش اخلاق" ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کسی سے ایسا سلوک کرنا کہ وہ پوری طرح سے مطمئن۔ اور اُس امر میں بے فکر ہو جائے۔ اور رُوح پر بھی اُس کا بُرا اثر نہ پڑے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ایک شخص جو شراب کا عادی ہے تو کیا اُس کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا معیار یہی ہے کہ اُسے شراب پیش کی جائے تاکہ وہ مطمئن ہو سکے؟ اس کا مطلب یہی ہوا کہ جو چوری کا عادی ہے اس کے لئے چوری کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ اور جو دوسری عادات قبیحہ میں مبتلا ہو چکا ہے اُسے اُن پر عمل کرانے ہی کا نام عمدہ اخلاق ہے؟ یہ اخلاق رذیلہ ہیں جن سے اجتناب لازم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عمدہ اخلاق تو یہ ہوگا کہ اس سے ایسے شائستہ اور برجستہ سلوک سے پیش آیا جائے کہ وہ عاداتِ قبیحہ کو ترک کر کے اپنی روح سے کثافت کو دُور کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ یہی عمدہ اخلاق ہے۔

ہماری تمام گفتگو کا یہ مطلب ہوا۔ کہ ہر شے جسے

انسان اچھا سمجھتا ہے وہ اچھی نہیں اور ہر شے جو بُری نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے وہ بُری نہیں۔

ارشاد ربانی ہے :۔

وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وّ ھو خیر لکم ج وعسیٰ ان تحبّو شیئاً وّ ھو شرٌ لکم ط واللّٰہ یعلم و انتم لا تعلمون ٥

(پ ۲ بقرع ۲۶)

ترجمہ :۔ عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو۔ حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور خدا (تو) جانتا ہی ہے۔ مگر تم نہیں جانتے ہو۔

انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے :۔

ALL THAT GLITTERS IS NOT GOLD.

یعنی ہر شے جو چمکتی ہے وہ سونا نہیں ہوتی۔
لہٰذا ایسے ہادیانِ برحق کی ضرورت ناگزیر ہوجاتی ہے۔ جو کہ مدرسۂ اُلوہیت میں سے پڑھا کر بھیجے گئے ہوں۔ جنہوں نے کسی دُنیاوی اُستاد یا تعلیم گاہ میں درس نہ لیا ہو۔ بلکہ خود خالق نے صحیح اخلاق سے مُرصّع کر کے اُنہیں مخلوق کی تعلیم کے لئے بھیجا ہو۔ جو

الرحمٰن ۝ علم القرآن ۝ خلق
الانسان (قرآن)

کا مصداق ہوں یعنی پہلے تعلیم کئے گئے ہوں۔ بعد ازاں اس دنیا میں خلق کئے گئے ہوں۔ ایسے نہ ہوں کہ خلق ہونے کے بعد بھی کافی عرصہ غلط راستہ اختیار کئے رہے ہوں۔ بعد ازاں کسی عالم ربّانی کے سبب مشرف بہ ہدایت ہوئے ہوں۔ بلکہ بروئے قرآن اپنی پیدائش سے پیشتر ہی منجانب اللہ تعلیم ہدایت سے آراستہ ہوں بعد ازاں اس دنیا میں وارد کئے گئے ہوں۔ ایسے طیّب و طاہر وجود اور ایسے عالمانِ ربّانی کوئی نہیں ہیں بجز محمدؐ و آلِ محمدؐ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے۔ کیونکہ اس ضمن میں دعویدار بھی حرف اور

صرف یہی ہیں۔ اور قرآن حکیم و ارشاداتِ پیغمبرؐ اور واقعات بھی انہیں کے متعلق گواہی دیتے ہیں۔ لہٰذا محض انہیں کا بتایا ہوا "اچھا" اچھا ہے۔ اور "بُرا" بُرا۔ اور انہیں کے اُسوہ پر عمل کرنے سے انسان اخلاقِ حسنہ کے بلند مقام پر فائز ہو سکتا ہے جو دنیا سے ظلم و فساد اور فسق و فجور کو مٹانے کا ایک بڑا سبب بھی ہے۔

اخلاقِ حسنہ کا سنگِ بنیاد خلقِ خدا کے حق میں طبیعت کا نرم ہونا ہے۔ اگر کسی کی طبیعت میں سختی و درشتی ہے۔ تو اُس کا عمدہ اخلاق پر عامل ہونا ایک مشکل امر ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشادِ ربانی ہے:۔

فبما رحمۃ من اللّٰہ کنت لھم
و لو کنت فظاً غلیظ القلب
لا انفضوا من حولک۔

(پ ۴ ع ۸ ال عمران)

ترجمہ:۔ (اے رسولؐ یہ بھی) خدا کی
ایک مہربانی ہے کہ تم (سا)
نرم دل (سردار) ان کو ملا

اور تم اگر بد مزاج اور سخت دل
ہوتے تب تو یہ لوگ تمہارے گرد
سے بھاگ جاتے۔

مگر ہادیانِ برحق کی زندگی میں ہمیں سوائے عفو و
کرم ۔ جود و سخا ۔ رحم و خدا ترسی ۔ انکساری و
تواضع ۔ شجاعت و سخاوت ۔ حوصلہ و بلندی۔
سکوت و صبر ۔ شفقت و صلہ رحمی ۔ عدل و
بخشش ۔ نرم گفتاری ۔ پابندی وعدہ ۔
تحمل و بردباری ۔ اور ادب و حرمت وغیرہ
ایسی بلند صفات کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔

اخلاق المعصومین ع کے مطالعہ
سے آپ کو پتہ چلے گا ۔ کہ چہاردہ (۱۴) معصومین ع
کی طبیعت خلقِ خدا کے حق میں سراسر نرم و گداز
تھی ۔ ہمدردیِ انسانیت ان مقدسین کے
دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔
اس میں دوست و دشمن کا امتیاز نہ تھا ۔ بلکہ
ہر قسم کے انسان مسلم و کافر ۔ مومن و منافق ۔
فیض یاب ہوئے ۔ اس لئے کہ یہ اپنے اپنے وقت
کے امام علی المخلق تھے ۔ اگر آج آپ بھی اپنی زندگی و

آخرت کو خوش گوار بنانا چاہتے ہیں۔ تو اخلاق کے
ان جواہر پاروں کو اپنانے کی حتی الوسع کوشش کیجئے
پھر دیکھئے کہ آپ کو کس قدر امن و اطمینان حاصل
ہوتا ہے۔

غیاث الدین

مدیر معارف اسلام

لاہور { ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ
۲۱ر مارچ ۱۹۶۰ء }

(تعلیمی پریس لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاق المعصومینؑ

٭ ٭ ٭

جدول حالات پیغمبر آخر الزمان حضرت رسالتمآبؐ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اسم مبارک	محمدؐ ۔ احمدؐ ۔ طٰہٰ ۔ یٰسین ۔ مزمل ۔ مدثر ۔ فارقلیط وغیرہ ۔
کنیت	ابو القاسم ۔ ابو ابراہیم وغیرہ
القاب	مصطفٰے ۔ محمود ۔ بشیر ۔ نذیر ۔ سراج منیر ۔ شفیع المذنبین ۔ رحمۃ للعالمین ۔ وغیرہ
والد بزرگوار	حضرت عبد اللہؑ بن عبد المطلبؑ بن ہاشمؑ
والدہ ماجدہ	حضرت آمنہؑ بنت وہب بن عبد مناف ۔
روز ولادت	جمعۃ المبارک اور بقولے دوشنبہ
تاریخ ولادت	۱۷ ربیع الاول سنہ عام الفیل یعنی ۵۲

	سال قبل ہجرت مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء
مقام ولادت	مکّہ معظمہ در شعب ابی طالبؑ
ولادت کے وقت بادشاہ	نوشیرواں
بی بیوں کے نام	حضرت خدیجہؓ۔ ام سلمہؓ۔ ماریہ قبطیہؓ۔ سودہؓ۔ جویریہؓ۔ خولہؓ۔ صفیہؓ۔ میمونہؓ۔ زینبؓ۔ عائشہؓ۔ حفصہؓ۔
لڑکوں کے نام	قاسمؑ۔ عبداللہ۔ ابراہیمؑ۔
لڑکیوں کے نام	صرف ایک صاحبزادی جناب سیّدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراؑ
روز وفات	دوشنبہ
تاریخ وفات	۲۸ صفر ۱۱ھ مطابق ۸ رجون ۶۳۳ء
مقام دفن	حجرۂ طیبہ مدینہ منورہ
مدّت حیاتِ ظاہری	۶۳ سال
مدت رسالت ظاہری	۲۳ سال
نقش نگیں	صدق اللہ
	وبردوم لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ

۱۔ خُلقِ عظیم :۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ کی مدح و ثنا ان الفاظ میں فرمائی ہے :۔

۱۔ انک لعلیٰ خلق عظیم ۝ (پ ۲۹ قلم ع ۱۴)

ترجمہ :۔ بے شک تمہارے اخلاق بڑے (اعلیٰ درجہ کے) ہیں ۔ یعنی بروئے قرآن اخلاق کا جو بلند سے بلند درجہ ہو سکتا ہے۔ وہ آپؐ کو حاصل تھا۔ اخلاق کے جس قدر بھی مدارج ہیں آپؐ اُن تمام پر بدرجۂ اتم فائز تھے۔

۲۔ فبما رحمۃٍ من اللہ لنتَ لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا انفضوا من حولک ۔

(پ ال عمران ع ۱۷)

ترجمہ :۔ (اے رسولؐ) خدا کی یہ مہربانی ہے کہ انہیں تم سا نرم دل ملا۔ اور اگر تم بدمزاج اور سخت دل ہوتے۔ تب تو یہ لوگ تمہارے گرد سے تتّر بتّر ہو گئے ہوتے۔

۲۔ صبر :۔ علم الاخلاق کی رو سے "سکوت و صبر" وہ بلند پایہ صفات ہیں جو اپنے اعلےٰ اثرات سکوت و صبر کرنے

والے کے حق میں ظاہر کئے بغیر نہیں رہتے۔ یہ ہر دو صفات کامیابی کی چابی اور دشمنی کے خلاف مؤثر ترین ہتھیار ہیں۔ ان کی جلوہ گری ذات ستودہ صفات حضرت ختمی مرتبت میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ جو کہ تبلیغِ اسلام میں کافی سے زیادہ ممد و معاون ثابت ہوئی اور سینکڑوں غیر مسلموں کے دل میں اسلام و بانیٔ اسلام کی محبّت پیدا کرنے کا باعث بنی۔ ایک مرتبہ ابوجہل لعنہ نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوہ صفا پر دیکھا اُس بد بخت نے آپ کو ایذا دی (بعد ایتے طمانچہ مارا) اور سخت کلامی کی اور دینِ اسلام کی عیب جوئی کی۔ جناب رسولِ خدا نے اُس کی بدزبانیوں کا کچھ جواب نہ دیا اور سکوت و صبر اختیار فرمایا۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے یہ ماجرا دیکھا۔ ابوجہل لعنہ وہاں سے واپس آیا اور حسبِ معمول رؤسائے قریش کے ساتھ کعبہ میں بیٹھ گیا۔ حمزہ رضہ بن عبدالمطلب کا یہ دستور تھا کہ ہر روز شکار کو جاتے تھے۔ مگر جانے سے پیشتر خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے تھے اور جو اُمراء قریش وہاں موجود ہوتے اُن سے صاحب سلامت کر کے تھوڑی دیر اُن کے پاس بیٹھتے تھے۔ آپ قریش میں معزز اور ممتاز تھے۔ اُس واقعہ کے دن عبداللہ بن جدعان کی لونڈی اتفاقاً حضرت حمزہ رضہ کے گھر آئی۔ جنہوں نے ابھی تک اسلام اختیار نہ فرمایا تھا۔ جناب رسول خدا اُس وقت وہیں موجود

تھے۔ لونڈی نے تمام واقعہ ابوجہل کے ظلم و زیادتی اور حضرتؐ کے صبر و سکوت کا کہہ سنایا اور بولی اپنے بھتیجے سے پوچھ لو۔ جو یہیں بیٹھے ہیں۔ اُس نے ان کو ایذا دی اور سخت گالیاں دیں اور جو کچھ نہ کہنا چاہئے تھا وہ کہا اور وہاں سے چلا گیا"۔ یہ سُن کر حضرت حمزہ رضؓ کو سخت غصہ آیا۔ اور حضرت کی مظلومی و صبر کا اثر ان کے لئے رشد و ہدایت کا باعث بنا۔ حضرت حمزہ رضؓ نہایت تیزی سے گھر سے نکلے اور راہ میں کہیں نہ ٹھہرے۔ داخل کعبہ ہوئے اور دیکھا کہ ابوجہل قوم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہے۔ آپ اُسی غیظ کی حالت میں اُس کے سر کے قریب آکر کھڑے ہو گئے اور اپنی کمان اُٹھا کر اُس کے سر پر ضرب لگائی اور بولے "جس دین کو تو بُرا کہتا ہے۔ میں اُس میں داخل ہو گیا ہوں۔ اگر تیری مجال ہے تو مجھے اُس میں داخل ہونے سے باز رکھ"۔ رسولؐ خدا صلعم کا صبر و سکوت اپنا اثر دکھا گیا۔ حضرت حمزہ رضؓ اسلام میں داخل ہو گئے۔[۱]

۳۔ عفو :- فتح مکہ ۸ھ ہجری میں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہایت شان و شوکت سے شہر مکہ میں داخل ہونے کے لئے جا رہے تھے کہ آپؐ کو وہ وقت یاد آ گیا۔ جبکہ آپؐ اس شہر سے نہایت مظلومی اور بیکسی کی حالت میں نکلے تھے۔ یہ

---

[۱] اُسوۃ الرسول جلد دوم ص ۲۲۳، ۲۲۹ بحوالہ ابن ہشام ص ۹۹ مطبوعہ مصر

خیال آتے ہی پیشانی مبارک سجدہ شکر میں جھک گئی۔ اُسی وقت امنِ عام کا حکم صادر فرما دیا۔ جس وقت آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کی معیّت میں خانہ کعبہ کو بتوں سے صاف فرما دیا۔ تو باہر نکل کر دیکھا۔ کہ کفّارِ قریش کی ایک کثیر جماعت کھڑی ہے۔ یہ وہی کفّار تھے جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناقابل برداشت تکلیفیں دی تھیں۔ آج ذلّت کے ساتھ گنہ گاروں کی طرح سر جھکائے کھڑے تھے۔ کہ دیکھئے بارگاہِ رسالتؐ سے ان کے حق میں کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ اُنہوں نے جب حضورؐ کو دیکھا۔ تو ندامت سے سر جھکا کر کہنے لگے۔ "اے محمدؐ۔ اب ہمارے ساتھ کیا کرو گے؟"

آپؐ کا اخلاق ملاحظہ ہو۔ آبدیدہ ہو کر فرماتے ہیں :۔

"وہی کرونگا۔ جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ تمہارے ساتھ کوئی سختی نہیں ہے۔ خدا نے آج کے روز تمہیں بخش دیا۔ اور وہ بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔ جاؤ میں نے تم سب کو چھوڑا۔ اور معاف کیا"۔ [1]

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غار ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے۔ سراقہ بن مالک جو آپؐ کے قدموں کے نشانات پہچانتا تھا۔ اور آپؐ کی تلاش میں پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ تلوار

---

[1] ترجمہ عین الحیاۃ ۔ تاریخ الانبیاء جلد ۲ ۔ تاریخ طبری ج ۴ وغیرہ

کھینچے ہوئے سر پر آ گیا۔ گھوڑا الٹ ہو گیا۔ سراقہ زمین پر گر گیا۔ پیغمبر اسلامؐ انتقام لینے کی طاقت رکھتے تھے۔ سراقہ فوراً قدموں پر گر پڑا۔ اور معافی کا خواستگار ہوا۔ عرض کرنے لگا۔ "میں آپؐ کی روانگی کی سمت سے کسی کو مطلع نہیں کرونگا۔"

آنحضرتؐ کا خُلقِ عظیم جوش میں آیا۔ فرمانے لگے۔

"میں نے تجھے معاف کیا۔"[1]

۵۔ صلح خیبر کے بعد ایک یہودیہ زینب بنت حارث نے کسی طریق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر میں پکا ہوا گوشت کھلا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہو گیا۔ یہودیہ حاضر کی گئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ "تو نے ایسا کیوں کیا"۔ یہودیہ نے جواب دیا۔ "اس خیال سے کہ اگر آپ پیغمبر برحق ہیں۔ تو زہر آپؐ کو تکلیف نہ دیگا۔ اور اگر معمولی بادشاہ ہیں۔ تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اور لوگوں کی راحت کا باعث ہو گا۔"

آپؐ کا اخلاقِ کریمانہ ملاحظہ ہو۔ فرمانے لگے :۔

"جاؤ۔ میں نے تجھے چھوڑا اور معاف کیا۔"[2]

۶۔ **عطاء** :۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] تاریخ الانبیاء جلد دوم از شیخ احمد عثمانی دیوبندی

[2] ترجمہ عین الحیات

کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اس نے آپؐ کی ردائے مبارک پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ آپؐ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گیا۔ آپؐ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو وہ کہنے لگا۔ "اے پیغمبرؐ اسلام۔ کچھ دلوایئے۔" یا "اے رسولؐ عربی۔ میرے ان دونوں اونٹوں کو لدوایئے"۔ آپؐ نے اس کی طرف دیکھا اور بجائے اس کی اس نازیبا حرکت پر ناراض ہونے کے اپنے خُلقِ عظیم کا ثبوت دیا۔ مسکرائے اور اس کے سوال کے مطابق اُسے بہت کچھ عطا فرمایا۔ ۳؎

۷۔ رحم :- غزوہ ذی امر کا واقعہ ہے کہ خدا کی ذات پر بھروسہ کرکے مسلمان بغیر لڑائی کے فاتح قرار پا گئے۔ اور افواج بوجہ بارش کے متفرق جگہوں پر منتشر ہو گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ اور اپنے کپڑوں کو خشک ہونے کے لئے پھیلا دیا۔ اور اسی درخت کے نیچے تن تنہا سو گئے۔ مخالفین کے سردار لشکر دعثور بن حارث نے پہاڑی کے اُوپر سے آپؐ کی یہ حالت دیکھی۔ اور اُس نے اپنے آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دیا۔ اس کا آپؐ تک پہنچنا ہی تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے۔ دشمن تلوار کھینچ کر

۳؎ ترجمہ عین الحیات

کہنے لگا۔ "اے پیغمبرِ اسلام۔ اب تیرا بچانے والا کون ہے؟" آپؐ نے نہایت اطمینان سے اُسے جواب دیا۔ "مجھ کو میرا خدا بچانے والا ہے۔"

اس گفتگو نے اس پر اس قدر گہرا اثر کیا۔ کہ اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آنحضرتؐ نے تلوار کو اٹھا لیا اور اُسے مخاطب کر کے فرمایا۔ "اب تیرا بچانے والا کون ہے"۔ کافر نے نہایت حسرت آمیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "کوئی نہیں۔"

جس وقت آپؐ نے اس کا یہ جواب سُنا۔ فوراً تلوار اس کے سامنے پھینک دی اور فرمایا :۔

"ہمیشہ خداوند کریم پر ہی بھروسہ رکھو۔ اور بندگانِ خدا کو ناحق نہ ستاؤ۔"

دعثور یہ واقعہ دیکھتے ہی فوراً مسلمان ہو گیا۔

۸۔ اِنکساری و مساوات : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس معمولی ہوتا۔ اور اکثر کپڑوں پر پیوند بھی ہوتے۔ آپؐ اکثر جو کی روٹی تناول فرماتے۔ اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر زمین پر کھانا نوش فرماتے۔ ان کے ساتھ مثل اولاد کے پیش آتے۔

جناب فاطمۃ الزہراؑ کے لئے یہ ارشاد گرامی تھا۔ کہ ایک دن گھر کا کام کاج خود کیا کرو اور دوسرے دن اپنی لونڈی فِضّہ سے کام لو۔

آپؐ غلاموں کو وہی پہناتے جو خود پہنتے۔ وہی کھلاتے جو خود کھاتے۔ بلکہ اس طعام سے نہایت درجہ اعلیٰ۔ اوروں کو بھی یہی ہدایت ہوتی۔ کہ تم اپنے غلاموں کو وہی کھانا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ اور ان کو بھی وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ یہ غلاموں کے ساتھ آپؐ کا برتاؤ اور حسنِ سلوک کا نمونہ ہے۔ آزادیٔ غلاماں آپکا طرۂ امتیاز تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہمدردی

۹۔ حیوانات پر رحم :۔ اور حسنِ سلوک صرف انسانوں تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ ادنیٰ مخلوق بھی آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ سے فیض یاب تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا تھا کہ نشانہ بازی کی مشق کے لئے زندہ چڑیاں کام میں نہ لایا کریں۔

آپؐ ان پر سخت معترض ہوا کرتے تھے جو اپنے اونٹوں کے ساتھ بُری طرح پیش آتے تھے۔

ایک دفعہ آپؐ کے ہمراہیوں میں سے چند اشخاص نے چیونٹیوں کے تودوں اور سوراخوں پر آگ روشن کی دی۔ تو آپؐ نے ان کو مجبور کیا۔ کہ آگ ٹھنڈی کر دی جائے۔

گھوڑے کے رخسار اور منہ پر کوئی ضرب لگانا سخت ممنوع تھا اور اوران کی ایال اور دُم نہیں کاٹی جاتی تھی۔ ایال اس لئے چھوڑ دی جاتی تھی کہ قدرت ان سے گرمی پہنچانے کا کام لیتی ہے اور دُم اس لئے رکھی جاتی تھی کہ گھوڑے مکھیوں کو بھگا سکتے اور ان سے

محفوظ رہ سکتے تھے۔

گدھوں کا جسم نہیں داغا جاتا تھا۔ اور ان کے منہ پر مارنا سخت منع تھا۔ لہ

۱۰۔ حوصلہ:۔ آپ نہایت درجہ حلیم۔ صابر اور صاحب عفو تھے۔ دشمن آپ کو ہر قسم کی تکلیف پہنچاتے۔ ہدائت و ارشاد کے وقت کلمات طعن و تشنیع کہنا بیہودہ اور لغو کلمات بکنا۔ ادائے نماز کے وقت تالیاں اور سیٹیاں بجانا۔ ارکانِ نماز کی نقلیں اُتارنا اور اُن پر آوازے کسنا۔ راستہ چلنے میں آنحضرتؐ کے پیچھے آوارہ لونڈوں کو استہزاء و تمسخر کے لئے ساتھ لگا دینا۔ آپؐ کے راستہ میں کانٹے ڈال دینا۔ اور راہ چلتے وقت اپنے گھروں سے آپؐ پر کوڑا کرکٹ پھینکنا۔ حالت سجدہ میں اُوپر گندگی ڈالنا۔ کفّارِ مکّہ کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ مگر آپؐ صبر فرماتے اور اپنے اخلاقِ کریمانہ کی وجہ سے ان کی خطاؤں کو درگذر فرماتے۔

۱۱۔ تواضع:۔ آپؐ کا اخلاق اس قدر بلند تھا کہ اگر کوئی شخص آپؐ کے مکان پر تشریف لاتا۔ اور اتفاق سے کوئی کپڑا بچھانے کے لئے موجود نہ ہوتا۔ تو آپؐ اپنی عبا

لہ سوانحعمری محمدؐ از پروفیسر مارگولتھ

کا دامن ہی بچھا دیا کرتے۔

۱۲- رضائے الٰہی: آپؐ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ تو ہر شخص انصار میں سے یہی چاہتا تھا۔ کہ آپؐ میرے گھر مقیم ہوں۔ مگر آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ سے یہ بات بعید تھی کہ کسی کی دل شکنی کریں۔ آخر آپؐ نے ایسا عادلانہ اور منصفانہ فیصلہ فرمایا۔ جس کی نظیر کسی تاریخ میں نہ ملے گی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"میری اونٹنی کو چھوڑ دو۔ جس مقام پر یہ
خود بخود بیٹھ جائے گا۔ اسی کے نزدیک
جس شخص کا مکان قریب ہوگا۔ وہیں میرا
مقام ہوگا۔" [۱]

۱۳- سخاوت: آپؐ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جب کسی نے آپؐ سے سوال کیا۔ تو جواب میں آپؐ نے کبھی لایعنی طور پر "نہیں" نہ فرمایا۔ کیونکہ اسے آپؐ اخلاق سے بعید سمجھتے تھے کہ کسی سائل کو یوں منہ توڑ جواب دے کر اسے مایوس کردیں۔ اس لئے کوئی اُمیدوار آپؐ کے پاس سے مایوس نہ جاتا۔

---

[۱] اسلام اینڈ اٹس فاونڈر۔ مصنفہ جے۔ ڈبلیو۔ ایچ اسٹوبرٹ بی اے
(Islam & its Founder By J. W. H Stewbart B.A.)

بلکہ دشمن بھی نا اُمید نہ ہوتا۔ جو کچھ آپؐ کے پاس ہوتا۔ وہ عطا فرماتے۔ محتاجوں اور بیواؤں۔ مسکینوں اور بیکسوں کی خبر گیری کیا کرتے۔ اور ان کی خدمت فرمایا کرتے۔

خیرات پوشیدگی سے فرماتے۔ اوروں کو بھی یہی ہدایت فرماتے۔ کہ اگر داہنے ہاتھ سے دو تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

حضرت حلیمہ رضؓ سعدیہ جنہوں نے آپؐ کو دودھ پلایا تھا۔ ایک دفعہ وہ آپؐ سے ملنے کو آئیں۔ آپؐ نے اذن دیا۔ جس وقت وہ آپؐ کے سامنے آئیں۔ آپؐ "میری ماں۔ میری ماں" کہہ کر دوڑ پڑے۔ اور فوراً اپنی ردائے مبارک اپنے دوش مطہر سے اُتار کر بچھا دی۔ اور اُس پر اُن کو بٹھایا۔ حلیمہ رضؓ مکہ میں جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں اس زمانہ میں آئیں جب آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی کر چکے تھے۔ حلیمہ رضؓ نے قحط پڑ جانے اور مویشیوں کے مر جانے کی شکایت خدمت مبارک میں عرض کی۔ آپؐ نے اُن کی نسبت حضرت خدیجہ رضؓ سے ذکر کیا۔ اُس مخدومہ نے چالیس بکریاں اور چالیس تیز رفتار اُونٹ مع ہودج کے عطا فرمائے۔ اور وہ اُن کو لے کر اپنے اہل و عیال میں چلی گئیں۔ [1]

ایک شخص نے آپؐ سے بکریاں مانگیں۔ آپؐ نے اپنی سب بکریاں

---

[1] اُسوۃ الرسول جلد ۲ صفحہ ۴ بحوالہ طبقات جلد ۱ صفحہ ۷۱

جو دو پہاڑوں میں بھرتی تھیں اُس کے حوالہ کر دیں۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا کہ اے قوم مسلمان ہو جاؤ۔ پس خدا کی قسم بلاشبہ محمدؐ اتنا دیتے ہیں کہ وہ اپنے فقر سے نہیں ڈرتے۔ آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ کا یہ عالم تھا۔

۱۴۔ سلام میں سبقت :- کہ آپؐ ہمیشہ سلام میں سبقت فرماتے۔ بچوں کو سلام کرتے۔ تاکہ کم عمر بچے بچپن ہی سے نیک عادات اختیار کریں۔

۱۵۔ طرزِ تکلّم :- آپؐ جب کبھی کسی سے گفتگو فرماتے۔ تو نگاہ نیچی رکھتے۔ اور بلند آواز سے گفتگو نہ فرماتے۔ بے فائدہ بات زبان مبارک سے نہ نکالتے۔ اور جب کلام فرماتے۔ تو الفاظ نہایت مختصر اور پُر معنی ہوتے۔

۱۶۔ طرزِ تبسّم :- آپؐ کی طبیعت میں مزاح بھی تھا۔ اور آپؐ کی ہنسی تبسّم کے طریق سے ہوتی۔ اور آواز نہ نکلتی۔ صرف دندان مبارک کسی قدر ظاہر ہو جاتے۔

۱۷۔ مساوات :- آپؐ نہایت خوش خُلق اور نرم طبیعت تھے کسی کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھتے تھے چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑی جانتے۔ دنیاوی کام میں کسی پر آپؐ کو غصہ نہ آتا۔

ـــہ رسولِ مقبولؐ صـ۲۱۴ بحوالہ مشکوٰۃ جلد ۴ صـ۲۴۹

مگر دینی معاملات میں دوست و دشمن کو یکساں جانتے۔

مکۂ معظمہ کے فتح ہونے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک بڑے گھرانے کی عورت چوری میں گرفتار ہوئی۔ آپؐ نے اُس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ اگرچہ اس کے لئے بہت سے حضرات نے سفارش کی۔ لیکن آپؐ نے ان سب کے جواب میں یہی فرمایا۔

"خداوند کریم کا حکم امیر غریب کے لئے یکساں ہے"۔

۱۸۔ **تقسیم اوقات:۔** مکان پر رہنے کے اوقات کو آپؐ نے تین حصّوں پر تقسیم فرما دیا تھا:۔

(۱) ایک حصّہ عبادت کے لئے

(۲) دوسرا حصّہ امور خانہ داری کے لئے

(۳) تیسرا حصّہ آرام کے لئے

مگر آرام کے حصّہ کو اوروں کے کام میں بھی لگا دیا کرتے تھے۔ اور یہ آپؐ کے اخلاق کی بلندی تھی۔ کہ ہر فرد بشر کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ جو صاحب اس وقت پوچھنا چاہیں مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔ مجلس میں ایسی باتیں فرماتے کہ جن میں اُمت کا فائدہ مدّنظر ہوتا۔ اور یہ بھی ہدایت فرمایا کرتے کہ جو کچھ حاضرین نے مجھ سے سُنا ہے۔ دوسروں کو بھی سُنا دیں۔ اور جو کوئی حاجت مند میرے پاس نہ آسکے۔ اس کو میرے پاس پہنچا دیں۔

۱۹۔ **حُسنِ سلوک:۔** آپؐ جب باہر تشریف لے جاتے تو ہر ایک

سے محبت سے پیش آتے۔ اور دوسروں کو بھی ہدایت فرماتے جب
کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس مقام پر آپؐ کو جگہ مل جاتی۔
وہیں بیٹھ جاتے۔ اہل مجلس سے خوش خُلقی اور کشادہ پیشانی سے پیش
آتے۔

۲۰۔ حفظانِ صحت وصفائی:۔ طبیب روحانی کا طبیب جسمانی
ہونا لازمی ہے حضرتؐ لوگوں
کی جسمانی صحت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اسی لئے جتنے اعضاء و
جوارح سے انجام دینے کے لئے جتنے بھی احکام خدا تعالےٰ کی جانب
سے لائے اُن میں حفاظت بدن کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ان کی
انجام دہی سے انسانی اخلاق پر بہت خوشگوار اثر پڑتا ہے جسمانی
طاقت قائم رکھنے کے لئے گھوڑ دوڑ۔ شُتر سوار۔ شمشیر زنی۔
تیر اندازی کا حکم دیتے تھے۔ اور ان امور کے لئے مخصوص ایام
بھی مقرر فرمائے تھے۔[۱] صفائی اور صحت جسمانی کا بہت خیال
فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک گنوار نے مسجد میں ایک طرف
پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ لوگ دوڑے کہ اُسے منع کریں اور
ڈانٹیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کو منع فرمایا

---

[۱] رسولؐ مقبول ص۲۳ بحوالہ صحیح مسلم جلد ۵ ص۲۰۰ و
ابو داؤد ص۶۱۹

کہ پیشاب کو بند نہ کرو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا ڈول منگوا کر اُس پر بہا دیا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مسواک کرتے اور اُس کی تاکید فرماتے۔ ناخن کٹواتے۔ بغل کے بال لینے۔ زیرِ ناف بال صاف کرنے۔ مونچھ کے بال کتروانے اور ڈاڑھیوں کو نہ منڈوانے کا حکم دیتے تھے۔ جمعہ کے دن غسل کرنے اور خوشبو لگانے کا بھی ارشاد فرماتے تھے۔

ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا۔ تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھویا کرے۔ ایک دفعہ ایک شخص خراب کپڑے پہنے خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے پوچھا تو کچھ مالدار ہے۔ بولا "ہاں"۔ فرمایا خدا تعالےٰ نے نعمت دی ہے تو صورت سے بھی اُس کا اظہار ہونا چاہیئے۔ جب تجھے اللہ نے مال دیا ہے تو چاہیئے کہ اللہ کی نعمت کی نشانی اور اُس کی بزرگی ظاہر ہو۔

---

[1] رسولِ مقبول صفحہ ۲۳ بحوالہ بخاری پ ۲۴ ص ۲۳۵

جدول حالات بنت رسول اللہ جناب فاطمۃ الزہرا

صلوات اللہ علیہا

اسم مبارک	فاطمہ ع
کنیت	ام الائمہ ـ ام الحسن ع ـ ام الحسین ع ـ ام السبطین ـ ام ابیہا [۱]
القاب	زہرا ـ بتول ـ خیر النساء سیدۃ النساء ـ سیدۃ النساء اہل الجنۃ ـ صدیقہ ـ محدثہ ـ معصومہ ـ مظلومہ ـ راضیہ ـ مرضیہ ـ زکیہ ـ
والد بزرگوار	سید الاولین و آلاخرین جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[۱] اصابہ ص ۱۵۷ پر ہے ـ کانت تکنی ام ابیہا ـ کہ آپ کی کنیت تھی "اپنے پدر بزرگوار کی ماں" اس عظیم و رفیع کنیت میں اس قدر اسرار و معارف پنہاں ہیں ـ جس طرح امام حسین علیہ السلام کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ـ انا من الحسین جو معرفت کا ایک معمہ ہے ـ اسی طرح یہ کنیت بھی ایک سرِّ الٰہی ہے ـ (کاظمی)

والدہ ماجدہ	حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن اسد
روز ولادت	جمعۃ المبارک
تاریخ ولادت	۲۰ رجمادی الاخریٰ
سنہ ولادت	۵ سنہ بعثت
مقام ولادت	مکہ معظمہ
ولادت کے وقت بادشاہ	یزدجرد شاہ ایران
شوہر کا نام	حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام
لڑکوں کے نام	حضرت امام حسنؑ۔ حضرت امام حسینؑ۔ حضرت محسنؑ۔
لڑکیوں کے نام	جناب زینبؑ ۔ جناب ام کلثومؑ
روز وفات	دوشنبہ
تاریخ وفات	۳ رجمادی الاخریٰ
سنہ وفات	۱۱ سنہ ہجری
مقام دفن	جنت البقیع در مدینہ منورہ
سبب وفات	پہلو پر دروازہ گرانے سے سقط محسنؑ ہوا۔ بیمار ہو کر اسی مرض سے انتقال فرمایا۔
مدت زندگی	صرف ۱۸ سال (آٹھ سال مکہ معظمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں
نقش نگین	اللہ ولی عصمتی یا نعم القادر یا امن المتوکلون

بنتِ رسول اللہ کے محاسنِ اخلاق

۱۔ **شفقت:** جناب سیدہؑ خلقِ خدا پر بہت مہربان تھیں۔ آپ کے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ اپنی لونڈی سے گھر کا اُتنا ہی کام لیتی تھیں۔ جس قدر خود کرتی تھیں۔ بلکہ آپ نے تقسیم کر دی تھی کہ ایک روز فضّہ کام کریں۔ اور دوسرے روز فضّہ آرام کریں اور جناب سیّدہ خود گھر کا کام کریں۔[1]

۲۔ **ہمدردیِ خلق:** حضرت امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اکثر نمازِ عشا کے بعد اپنی والدہ محترمہ کو نمازِ صبح تک عبادت میں دیکھا۔ وہ گریہ و زاری میں مصروف رہتی تھیں اور خوفِ خدا سے اس قدر روتی تھیں کہ ہچکی بندھ جاتی تھی اور دُعا کرتی تھیں۔ مگر میں نے کبھی نہیں سُنا کہ اُنہوں نے اپنے واسطے دُعا کی ہو۔ اِن کی تمام دُعائیں مخلوقِ خداؑ کے واسطے ہوتی تھیں۔ وہ صرف اپنے مال اور کھانے پینے ہی سے بندگانِ خداؑ کی خدمت نہ

---

[1] اصابہ جلد ۸ صـ ۱۶۷ و تاریخ الائمہ صـ ۲۰۴

کرتی تھیں۔ بلکہ دُعا و التجا میں بھی اُن کا حصّہ ہمیشہ اپنے سے زیادہ رکھا۔ صرف ہمارے باپ امیرالمومنینؑ اور ہم بچّوں کے واسطے دُعا ضرور ہوتی تھی۔ مگر اپنی ذات کے واسطے سوائے رضامندیٔ باری تعالےٰ کے میں نے اُن کی خواہش کبھی معلوم نہ کی۔ ؎[1]

ابن عباسؓ سے روائت ہے۔ کہ

۳۔ محتاجوں کا درد :۔ جماعت بنی سلیم میں سے ایک دفعہ ایک شخص جناب سرورؐ کائنات کی خدمت میں آیا اور بعد تکرارِ جناب رسالت مآبؐ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گیا۔ مسلمانوں نے اُونٹ اور سر ڈھانکنے کے لئے کپڑا دیا۔ پھر جناب رسولِؐ خدا نے فرمایا۔ کون ہے جو اس کو خوراک وغیرہ کا سامان دے؟ سلمانؓ اُٹھے اور اعرابی کو ساتھ لے کر نکلے۔ سب گھروں پر گئے مگر کوئی چیز میسّر نہ آئی۔ حالتِ یاس میں نگاہ حضرت سیّدۃ النساءؑ کے حجرہ پر پڑی۔ جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیّدہؑ کے دریافت کرنے پر پورا واقعہ بیان کیا۔ جناب مخدومۂ کونینؑ یہ سُن کر روئیں اور فرمایا۔ قسم ہے اُس خدا کی جس نے میرے باپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ کہ آج

؎[1] از علل الشرائع بر الزہراؑ ص ۳۷

تیسرا روز ہم سب کو فاقہ سے ہے۔ دونوں بچے حسنؑ و حسینؑ پریشان پھر رہے تھے۔ ابھی ابھی بھوکے سوئے ہیں۔ اے سلمانؓ یہ میری چادر موجود ہے لے اور شمعون یہودی کے پاس جا اور کہہ کہ فاطمہؑ محمدؐ کی بیٹی کی یہ چادر رکھ لے اور تھوڑی سی جنس بطور قرض دے دے۔ سلمانؓ اعرابی کو لے کر شمعون کے پاس آئے اور مفصّل کیفیّت بیان کر دی۔ یہودی کچھ دیر تک چادر کو دیکھتا رہا۔ پھر دفعتاً اُس پر ایک خاص حالت طاری ہوئی اور کہنے لگا "اے سلمانؓ یہ ہیں وہ لوگ جن کی خبر ہمارے پیغمبر موسےٰؑ نے توریت میں دی۔ میں فاطمہؑ کے باپ پر ایمان لایا اور سچّے دل سے مسلمان ہوتا ہوں۔ اس کے بعد اناج سلمانؓ کو دیا۔ وہ لے کر حضرت سیّدۃ النساءؑ کے پاس آئے۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے پیسا۔ روٹیاں پکائیں اور سلمانؓ کو دیں۔ سلمانؓ وہ روٹیاں لے کر حضرت رسولِ اکرمؐ کے پاس آئے اور تمام ماجرہ کہہ سُنایا۔ حضرت نے وہ روٹیاں اعرابی کو دیں اور جناب سیّدہؑ کے حق میں پروردگار سے دُعا کی۔

اِس واقعہ کے متعلق علامہ اقبالؔ مرحوم نے ارشاد فرمایا۔ ؎

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؑ | مادراں را اُسوۂ کامل بتولؑ
بہرِ محتاجے دلش آں گونہ سوخت | با یہودے چادرِ خود را فروخت

(مثنوی رموزِ بیخودی)

۴۔ **حقوق ہمسائیگان:۔** علامہ راشد الخیری کتاب الزہرا ؑ میں مستند کتب سے تحریر فرماتے ہیں

کہ "شمعون یہودی جو بی بی سیّدہ ؑ کا ہمسایہ تھا اور جس نے پہلے حضرت علی ؑ کو تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا تھا بعد ازاں جب وہ مسلمان ہوگیا تو یہودیوں نے اس کے اسلام لانے کی وجہ سے اُس سے لین دین ملنا جُلنا قطعاً ترک کر دیا جس کی وجہ اُس کا تمام کاروبار بگڑ گیا۔ مفلس ہوگیا اس لئے تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔ باوجودیکہ حضرت علی ؑ کو اس سے بہت کچھ اذیتیں پہنچی تھیں۔ مگر جب اس کی بیوی کا انتقال ہُوا۔ اور اُس کو اتنا بھی نصیب نہ ہُوا۔ کہ کوئی اُس کی میّت پر بیٹھ کر دو ۲ آنسو گرا لیتا۔ تورات کی تاریکی اور تنہائی میں بی بی فاطمہ ؑ یہ خبر سُنتے اس کے تمام رنج بھول گئیں۔ اور اپنی ردا سر پر ڈال اُس کے ہاں گئیں اور اپنے ہاتھ سے اُس کی بیوی کو نہلا دُھلا اُس کی میّت تیار کی۔"[1]

۵۔ **حقوق شوہر:۔** خود حضرت امیر المومنین ؑ سرتاج سیّدۃ النساء العالمین کا ارشاد ہے۔ کہ

"باوجود انتہائے عبادت و ریاضت کے سب سے زیادہ

---

[1] الزاہرا ؑ صہ ۳۷ (از علامہ راشد الخیری)

تعجب انگیز بات جو میں نے فاطمہؑ میں دیکھی وہ یہ تھی کہ اُس نے کبھی میرے حق میں ذرّہ بھر فرق نہ آنے دیا۔ وہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتیں۔ لیکن گھر میں اگر اناج موجود ہوتا تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ وقت سے پہلے کھانا تیار نہ ہو گیا ہو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سیّدہ بیمار تھیں۔ ابھی تیمم کی آیت نہ اُتری تھی۔ اسی حالت میں اُنہوں نے وضو کیا اور نماز کو کھڑی ہو گئیں۔ مجھ کو اس رات نیند نہیں آئی۔ یہاں تک کے مؤذّن نے صبح کی اذان دے دی۔ اور میں نماز کو چلا گیا۔ واپس آکر دیکھا تو سیّدہ نماز سے فارغ ہو کر چکّی پیس رہی تھیں۔ میں نے کہا اے بنتِ رسولؐ اللہ تھوڑی دیر آرام لے لو۔ ایسا نہ ہو کہ تکلیف زیادہ ترقی کر جائے۔ آپ نے مُسکرا کر فرمایا۔ دونوں کام ایسے نہیں کہ مرض کو ترقی دیں۔ خدا کی عبادت اور آپ کی خدمت مرض کا بہترین علاج ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی وجہ موت ہو۔ تو اس سے بہتر اور کیا موت ہو سکتی ہے؟"[1]

۶۔ صلۂ رحمی:۔ والدۂ امیر المومنینؑ حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد کی چچا زاد بہن حفصہ جو عمر میں حضرت فاطمہؑ سے بڑی تھیں اکثر آیا کرتی تھیں۔ ایک روز جب وہ بیمار تھیں

[1] علل الشرائع

نہ آسکیں اور اپنی علالت کا حال حضرت علیؑ کی زبانی کہلا بھیجا۔
امیر المومنین کہتے ہیں کہ یہ خبر سنتے ہی حضرت فاطمہؑ سخت بےچین
ہو گئیں اور اُن کی عیادت کو گئیں۔ مرض ترقی کر گیا تھا۔ یہاں تک
کہ اسی میں موت واقع ہوئی۔ مگر میں نے دیکھا کہ فاطمہؑ جب
گھر کی ضرورتوں سے مجبور ہو کر اُن کو چھوڑ کر آتیں تو اُن کا دل
مطلق نہ لگتا اور جس قدر ممکن ہوتا گھر کی ضرورتوں سے فارغ
ہو کر وہاں پہنچ جاتیں۔ اُن کا مکان ہم سے دُور تھا مگر فاطمہؑ
نہایت خوشی سے اِس مسافت کو دن میں دو مرتبہ طے کر لیتی
تھیں۔

۷۔ **ہر دلعزیزی:۔** جنابِ سیّدہؑ کے ایسے ہی خُلق و محبّت و
ہمدردی بر انسانیت کا نتیجہ تھا کہ دُور
دُور سے لوگ اُن کے درِ دولت پر آتے۔ تمام مدینہ پر آپ
کا خاص اثر تھا۔ بڑے بڑے پیچیدہ معاملات میں لوگ
اُن سے مشورہ لیتے تھے۔ اور مدینہ کی اکثر عورتیں آپ کی
خدمت میں حاضر رہا کرتی تھیں۔ ہمدردی کا مادہ کوٹ
کوٹ کر آپ کی سرشت میں بھرا ہوا تھا۔ اور اسی وجہ نے
آپ کو مدینہ بھر میں ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔
حضرت امام حسن علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ ہماری ماں
نے کبھی ہم سے یا ہمارے باپ سے پہلے کھانا نہیں کھایا۔

صاحب علل الشرائع لکھتے ہیں کہ وہ کھانے سے پہلے ہمسایہ کی حالت دیکھ لیتی تھیں اور اگر کوئی فاقہ زدہ معلوم ہو جاتا تھا تو پہلے اُس کے لیئے بھیج دیتی تھیں اور پھر خود کھاتی تھیں۔ اِن باتوں کا ایسا اثر ہوُا کہ سارا مدینہ بی بی فاطمہؑ کا کلمہ پڑھنے لگا۔ کچھ مسلمانوں ہی پر موقوف نہ تھا۔ غیر مسلم عورتیں بھی جو اسلام سے جلتی تھیں اُن کی دلسوزی و ایثار کی معترف تھیں۔

۸ - اکلِ حلال:- ایک دفعہ ایک یہودی کی لڑکی تھوڑا سا حلوہ آپ کے واسطے لائی۔ یہ مذہب سے گو غیر تھی مگر بی بی فاطمہؑ کے خُلق کی گرویدہ تھی اور جب موقع ملتا آنکلتی اور باتیں سُنا کرتی تھی۔ اسلام کا اثر اس کے دل پر ہو چکا تھا اور خفیہ طور اسلام بھی قبول کر چکی تھیں۔ مگر ماں باپ کے ڈر سے اعلان نہ کر سکتی تھی۔ جناب سیدہؑ نے یہ سمجھ کر کہ اگر حلوہ واپس کرتی ہوں تو اس کی دل شکنی ہو گی اور اگر استعمال کرتی ہوں تو یہودی کا مال ہے نہ معلوم جائز پیسے سے پکایا گیا ہے یا ناجائز سے۔ لہٰذا اپنے صرف میں لانا پسند نہ کیا۔ مُلّا حسن شیرازی کہتے ہیں کہ فضہؑ نے جب یہ حقیقت معلوم کر لی تو صلاح دی کہ کسی سائل کو دے دیجیئے حضرتؑ نے فرمایا جو چیز ہم اپنے واسطے پسند نہ کریں وہ خدا کے واسطے کیونکر پسند کر سکتے ہیں۔ خبردار آئندہ ایسا خیال نہ کرنا۔ کسی یہودی کو

تلاش کر کے بیر طباق اُس کو دے دو۔ وہی لڑکی ایک دفعہ کچھ دینار لے کر آئی اور چاہا کہ جناب سیّدہؑ قبول کر لیں۔ مگر آپ نے یہ فرما کر لوٹا دیئے کہ یہ تمہاری ملکیت نہیں تمہارے باپ کی ہے۔ اگر تم باجازت لائیں تو وہ اسلام کا دشمن ہے۔ وہ ہرگز پسند نہ کرے گا کہ اُس کی کمائی اسلام پر صرف ہو۔ اور اگر بلا اجازت لائیں تو چوری ہوئی۔ لے جاؤ۔ اور واپس کر دو۔ دیکھو آئندہ ایسا نہ کرنا۔ خدا کسی چیز کا محتاج نہیں۔ وہ صرف نیّت دیکھنے والا ہے۔ اگر تمہارے پاس کچھ نہیں تو اس کی پرواہ نہ کرو۔ مگر اُس کے احکام پر کاربند اور اُس کی مشیّت پر راضی رہو۔

۹۔ **عورت کی مخصوص صفت:۔** امیر المومنینؑ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ہم لوگ رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرتؐ نے پوچھا بتاؤ عورتوں کیلئے اچھی بات کیا ہے ہم کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں جناب فاطمہؑ کے پاس آیا اور کہا کہ آج تمہارے والد بزرگوار نے لوگوں سے یہ بات پوچھی مگر کسی نے جواب نہیں دیا جناب سیّدہؑ نے فرمایا مجھے اس کا جواب معلوم ہے۔ عورت کیلئے اچھی بات یہ ہے کہ نہ وہ نامحرم مردوں کو دیکھے اور نہ نامحرم مرد اُن کو دیکھنے پائیں۔ فاطمہؑ کا جواب پا کر میں جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں واپس گیا اور عرض کی یا حضرتؐ آپ نے جو بات پوچھی تھی اُسکا جواب یہ ہے کہ عورتوں کیلئے اچھی بات یہ ہے کہ وہ نامحرم مردوں کو نہ دیکھنے پائیں اور اُنکو نامحرم مرد نہ دیکھ سکیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ یہ بات کس نے کہی میں نے عرض کی سیّدہؑ نے بتایا۔ اس جواب سے رسولِ خداؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کیوں نہ ہو فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔[۱]

---

[۱] تاریخ الائمہ صد ۲۰۴ بحوالہ وسائل الشیعہ جلد ۳ صفحہ ۶۱۔

جدول حالات جناب امیرالمومنین

علیہ السلام

امام اوّل

اسم مبارک	علیؑ اور توراۃ میں ایلیا
کنیّت	ابوالحسن - ابوالسبطین - ابو الائمہ - ابوتراب وغیرہ
القاب	مرتضیٰ - امیرالمومنین - حیدر - صفدر - یعسوب الدین - یعسوب المومنین وغیرہ
والد بزرگوار	حضرت ابوطالب عمرانؑ بن عبدالمطلبؓ بن ہاشمؓ
والدہ ماجدہ	حضرت فاطمہؑ بنت اسدؓ بن ہاشمؓ
روزِ ولادت	جمعہ
تاریخ ولادت	۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل سنہ ۵۹۸ء یا سنہ ۶۰۰ء
مقام ولادت	خاص خانہ کعبہ
ولادت کے وقت بادشاہ	شہریار - بقولے ہرمز
بیبیوں کے نام	حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور آپ کے انتقال پر اسامہ بنت زینب - ام البنین بنت حزام - ام حبیب۔

	خولہ بنت جعفر - لیلیٰ بنت مسعود - امامہ بنت ابی العاص اسماء بنت عمیس - ام سعید -
لڑکوں کے نام	حسن - حسین - محسن - عباس - محمد اوسط - عون - محمد بن الحنفیہ - اصغر - عبداللہ - جعفر - یحییٰ - عبدالرحمان - - -
لڑکیوں کے نام	زینبؑ - ام کلثومؑ - رقیہؑ - ام ربابہ - ام ہانی - جمانہ - ام سلمہ - خدیجہ - امامہ - فاطمہ - میمونہ - ام جعفر - ام حسن - صغریٰ - ام عبداللہ - ام الحسن - ام الحسنین - فاطمہ کبریٰ -
روز وفات	یکشنبہ یا دوشنبہ
تاریخ وفات	۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ
مقام دفن	نجف اشرف
سبب وفات	عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی کی زہر میں بجھی ہوئی تلوار کی ضربت
مدت زندگی	۶۳ سال
مدت خلافتِ ظاہری و امامت	خلافت ظاہری ۵ سال اور امامت ۳۰ سال
نقش نگین	الملک للہ یا الملک للہ الواحد القہار

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ

اخلاق پر تربیت کا اثر

ہر بچہّ کی تعمیر اخلاق میں اس ہاتھ اور گود کا اثر نمایاں ہوتا ہے جن میں وہ پرورش پائے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مشہور ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا:۔

کل مولود یولد علی الملة فابواہ یھودانه او ینصرانه او یشرکانه[۱]

ترجمہ:۔

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہر بچہّ ملت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے والدین اُسے یہودی یا نصرانی یا مشرک بنا دیتے ہیں۔

اس حدیث میں اگرچہ لفظ ابوین (ماں اور باپ) استعمال ہوُا ہے۔ لیکن اس سے مراد تربیت کرنے والے ہیں۔ جن کے ہاتھوں اور گود میں مولود پرورش پا کر پروان چڑھتا ہے۔ کیونکہ یہ علم النفس (سائیکالوجی) کا مسئلہ ہے۔ کہ بچہّ وہی مذہب وملت اختیار کرتا ہے۔ جو اس کے پرورش اور تربیت کرنے والے کا ہوتا ہے۔ اور اس بچہّ کی عادات اور فضائل مربی ہی کی عادات وخصائل کا آئینہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ

[۱] ترمذی جلد صـ ۳۶ طبع مجتبائی۔ سنن ابی داؤد جلد ۴ صـ ۲۹۲ طبع کشوری

بچّہ ہمیشہ اپنے ماحول سے سیکھتا ہے۔ جو مربّی کی گود ہوتا ہے حضرت امیر المومنین ع کی پرورش سرکار دو جہاں ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش رحمت میں ہوئی۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ آنحضرت ص کے محاسن اخلاق کا آئینہ ہوتے۔ آنحضرت ص خود ارشاد فرماتے ہیں۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (حدیث) ترجمہ :- میں تو محاسن اخلاق کو پورا کرنے کے لئے مبعوث ہؤا ہوں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنی غرض بعثت تکمیل اور اتمام اخلاق بتائی ہے۔ پس جس بچّہ کی پرورش اتمام کنندہ اخلاق کی گود معدلت مہد میں ہوئی ہو۔ اس کے اخلاق کریمانہ کا کیا کہنا۔ چنانچہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتا ہے۔ ودّاہ النبی ص وھل الا الی مکارم الاخلاق۔ یعنی علی ابن ابیطالب کی پرورش رسول خدا نے کی اور ان کو تمام مکارم اخلاق سے آراستہ کر دیا۔[1]

ذیل میں ہم آپ کے محاسن اخلاق کے چند واقعات درج کرتے ہیں:-

۱۔ **تحمل و ہمدردی :-** مختار التمّار ابی مطر البصری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کھجوریں بیچنے والوں کے پاس سے گزرے۔ آپ نے دیکھا

---

[1] مطالب السئول ص ۴۲ طبع لکھنؤ

کہ ایک لونڈی رو رہی ہے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا۔ کہ بچی۔ تو کیوں رو رہی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ مجھے میرے مالک نے ایک درہم کی کھجوریں خریدنے کے لئے بھیجا تھا۔ پس میں نے اس دوکاندار سے کھجوریں خریدیں۔ جب میں مالک کے پاس کھجوریں لے کر گئی۔ تو اسے پسند نہ آئیں۔ اور اس نے واپس کر دینے کو کہا لیکن جب میں اس دوکاندار کے پاس واپس کرنے کو آئی۔ تو اس نے واپس لینے سے انکار کر دیا۔ یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے اس کھجور فروش سے کہا۔ کہ اے اللہ تعالےٰ کے بندے۔ یہ بچی صرف نوکرانی ہے۔ اور اسے کچھ اختیار نہیں ہے۔ تو اس سے کھجوریں واپس لے لے۔ اور اس کا درہم اسے دیدے۔ یہ سُن کر وہ کھجور فروش اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام کو دھکا دیا۔ آپ نے تحمّل فرمایا۔ لوگوں نے اس کھجور فروش سے کہا۔ کہ بھلے مانس۔ جانتا بھی ہے۔ یہ کون ہیں؟ جن کے ساتھ تو اس گستاخی کا متوجب ہُوا ہے۔ یہ مولائے کائنات حضرت امیرالمومنینؑ ہیں پس وہ کھجور فروش ڈر گیا۔ اور خوف کے مارے اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ وہ کھجوریں اس نے اس نوکرانی سے لے لیں اور اس کا درہم اسے واپس دے دیا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام سے معذرت خواہ ہُوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میری خوشنودی اسی میں ہے۔ کہ تم لوگوں کو ہر شے پوری دیا کرو۔ اور خریداروں سے بددیانتی نہ کیا کرو۔[۵۵]

---

[۵۵] بحار الانوار جلد ۹ جزو ثانی ص ۵۹۶۔ احمد حنبل فی المناقب ارجح المطالب ص ۲۰۱

امام جعفر صادقؑ نے اپنے والد گرامی سے

۲۔ حقوقِ ہمسفر:۔ روایت کی۔ کہ ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام ایک ذمّی کافر کے شریک سفر ہوئے۔ راستہ میں ذمّی نے پوچھا کہ آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ کوفہ۔ جب راستہ چلتے چلتے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے راستہ بٹتا تھا ذمّی اپنے راستہ پر ہو لیا۔ حضرت علی علیہ السلام بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ ذمّی نے آپ سے کہا۔ کہ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا۔ کہ میں کوفہ جا رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ ذمّی نے کہا۔ کہ آپ نے تو کوفہ کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ٹھیک ہے اور میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ میں نے کوفہ کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ ذمّی نے پوچھا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ آپ نے وہ راستہ چھوڑ دیا؟ اور میرے راستہ پر چلنے لگے۔ باوجودیکہ آپ غلط راستہ پر آنے سے واقف بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہمارے نبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ سفر میں اپنے شریک سفر سے حُسنِ سلوک کرو۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اپنے راستہ سے ہٹ کر کچھ مسافت تمہارے ساتھ طے کروں۔ تاکہ حقِ مسافرت ادا ہو جائے۔ ذمّی نے کہا۔ کہ کیا آپ کے نبیؐ نے ایسا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ وہ ذمّی کہنے لگا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں بھی اب سے تمہارے

نبی کے دین پر ہوں۔ پس وہ ذمّی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ لوٹا۔ اور جب اُسے معلوم ہُوا۔ کہ یہ امیرالمومنین علی (علیہ السلام) ہیں۔ تو وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔ [1]

۳۔ **محض خوفِ خدا:۔** ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک غلام کو چند مرتبہ پکارا۔ لیکن اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پس آپ خود باہر تشریف لائے۔ تو دیکھا کہ وہ دروازہ کے پاس کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ کہ میں نے تمہیں آواز دی۔ تو بولا کیوں نہیں؟ اس نے عرض کیا کہ اے میرے آقا۔ چونکہ میں آپ کی طرف سے بے خوف تھا کہ آپ مجھے سزا نہیں دینگے۔ اس لئے میں نے سُستی کی۔ آپ نے فرمایا۔ شکر ہے اللہ تعالےٰ کا جس نے مجھے ایسا بنایا کہ اس کے بندے میرے عذاب سے بے خوف ہیں۔ پھر آپ نے غلام سے فرمایا۔ کہ جا میں نے تجھے اللہ تعالےٰ کی راہ پر آزاد کر دیا۔ [2]

۴۔ **عفو عن المکافات:۔** جنگِ صفین میں آپ کے مخالف نے دریائے فرات پر پہلے ہی

---

[1] بحار الانوار جلد ۹ جزو ثانی صـ۵۹۷

[2] 〃 〃 〃 〃 صـ۵۹۶ و احیاء العلوم امام غزالی

سے قبضہ کر کے آپ کی فوج پر قطعی پانی بند کر دیا۔ مگر دوسرے روز آپ کی فوج ظفر موج نے دشمن کو پسپا کر کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔ ایسی صورت میں دشمن کو یہ خیال پیدا ہُوا۔ کہ اب میرے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا۔ جو میں آپ کے ساتھ کر چکا ہوں۔ اپنے اس خیال کا اظہار اُس نے اپنے مشیر خاص عمرو عاص کی موجودگی میں کیا۔ اُس نے کہا۔ "جیسا جو ہوتا ہے اوروں کو بھی ایسا ہی سمجھتا ہے۔ خدا کی قسم تو شوق سے پانی لے اور جس کو چاہے پلا۔ علیؑ کا ظرف ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرا۔ علیؑ سے ایسے ظلم نہیں ہونے کے جیسے کہ تجھ سے۔ وہ کبھی کسی متنفس کو اپنے فیض رواں سے محروم نہ رکھینگے۔"

چنانچہ بارہ اشخاص کا ایک وفد اس غرض سے آپ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ کہ وہ آپ سے پانی کی اجازت حاصل کرے۔ آپ نے فرمایا۔ "تم لوگ شوق سے پانی پیو۔ کوئی ممانعت نہیں ہے جتنے چشمے اور دریا ہیں۔ سب خدا کی رحمت ہیں۔ ان سے دشمن اور دوست سب کو سیراب ہونا چاہیئے۔ میں ہرگز تمہارے ساتھ وہ نہ کرونگا جو ابھی ابھی تم میرے ساتھ کر چکے ہو۔"[۱]

سچ کہا کسی نے ہے

راہِ آب بر خصم سرکش نہ بست ۔۔۔ کرم پیشۂ ساقیِ کوثر است

---

[۱] بحار الانوار جلد ۹ جزو ثانی ص ۶۲۱ و مطالب السول و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید و ارجح المطالب ص ۲۰۳

یہ آپ کا حُسنِ اخلاق ہی تھا کہ آپ
۵۔ آزادئ مذہب :۔ نے اپنی خلافتِ ظاہری کے زمانہ
میں ہر بشر کو خواہ وہ کسی مذہب و ملّت سے تعلق رکھتا تھا۔
مراسم مذہبی آزادی کے ساتھ بجا لانے کی اجازت دے رکھی تھی۔

ایک دفعہ معاویہ نے خالد بن یعمر سے دریافت کیا۔
۶۔ حِلم :۔ کہ تم کس بات پر علیؑ کو محبوب رکھتے ہو؟
اُس نے جواب دیا :۔ اُن کی تین باتوں پر
اوّل :۔ اُن کے حِلم پر جبکہ وہ غصّہ میں ہوتے ہیں۔
دوم :۔ اُن کی صداقت پر جبکہ وہ تقریر کرتے ہیں۔
سوم :۔ اُن کے عدل پر جبکہ وہ حکم کرتے ہیں۔ [۱]

ایک دن حضرت علی علیہ السلام بازار
۷۔ پابندئ قول :۔ میں اس ہیئت میں گئے۔ کہ لوگوں نے
سمجھا کوئی بدّو جا رہا ہے۔ آپ نے بازار کا چکّر کاٹا۔ اور
ایسے بازار میں پہنچے جہاں سوتی کپڑے بکتے تھے۔ آپ نے ایک
دوکاندار سے تین دِرموں کے بدلہ میں ایک قمیص خریدی۔ اتنے
میں اس دوکاندار کا باپ آگیا۔ اس نے اپنے باپ کو قمیص
کے تین درم کے عوض بیچنے کی اطلاع دی۔ باپ نے اس

---

[۱] المناقب محمد بن یوسف الکنجی الشافعی۔ ارجح المطالب ص ۲۰۲

سے ایک درم لیا۔ اور علی علیہ السلام کو واپس دینا چاہا آپ نے پوچھا کہ یہ درم کیسا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ یا مولا۔ جو قمیص میرے لڑکے نے آپ کے ہاتھ بیچی ہے۔ اس کی قیمت صرف دو درم تھی۔ اس لئے ایک درم جو میرے لڑکے نے آپ سے زیادہ وصول کر لیا تھا واپس دے رہا ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ چونکہ ہم دونوں نے باہمی رضامندی سے یہ سودا طے کر لیا ہے۔ اس لئے درم واپس نہ لیا جائیگا۔[۵]

۸۔ ادبِ قرآن:۔ ایک دفعہ جناب امیر علیہ السلام صبح کی نماز میں مشغول تھے۔ کہ پیچھے سے ابن الکوا نے قرآن مجید کی آیت ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین ۰ بلند آواز سے پڑھنا شروع کی۔ تعظیم قرآن کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ تا اینکہ ابن الکوا نے وہ آیت ختم کر لی۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے قرأت نماز شروع کی۔ لیکن ابن الکوا نے پھر آیت دُہرائی۔ اور حضرت علیؑ خاموش ہو گئے۔ جب ابن الکوا نے آیت ختم کی۔ تو حضرت علیؑ نے پھر اپنی قرأت شروع کر دی۔ لیکن ابن الکوا نے پھر آیت دُہرائی۔ اور علیؑ نے خاموشی اختیار کی۔ پھر پڑھا

[۵] بحار الانوار جلد ۹ جزو ثانی صـ ۶۲۴

فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنک الذین لا یوقنون ۔ حضرت علیؑ نے اس کی اس حرکت پر کوئی نوٹس نہ لیا۔ ؎۱

۹۔ مہمان کی عزت:۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ دو آدمی جناب امیر علیہ السلام کو ملنے کے لئے آئے۔ آپ نے ہر دو کے لئے الگ الگ بساط بچھائی۔ جن میں سے ایک پر ایک شخص بیٹھ گیا۔ لیکن دوسری بساط پر دوسرا شخص نہ بیٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ یہ تمہاری عزت افزائی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے۔ تو اس کی تکریم کرو۔ ؎۲

۱۰۔ کارِ خود بدست خود:۔ ابن بطہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے کوفہ میں کھجوریں خریدیں اور اپنی چادر میں باندھ کر اٹھالیں۔ جب لوگوں نے آپ کو گٹھڑی اٹھا کر لے جاتے دیکھا۔ تو عرض کرنے لگے کہ یا امیر المومنینؑ یہ گٹھڑی ہمیں دیں کہ اٹھا کر آپ کے در

؎۱ بحار الانوار جلد ۹ جزو ثانی ص۵۹۶

؎۲ " " " " " ص۵۹۷

اقدس تک پہنچا آئیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ عیال کی پرورش کرنے والا اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہی یہ بوجھ اٹھائے۔ [1]

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔

۱۱۔ پرہیز از تمکنت:- کہ ایک دفعہ جناب امیر علیہ السلام مرکب پر سوار ہو کر چلے۔ اور آپ کے پیچھے آپ کے اصحاب پیدل چلنے لگے۔ جب آپ نے ان کی طرف دیکھا۔ تو آپ نے ان کا پیدل چلنا گوارا نہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ کیا آپ لوگوں کو کوئی حاجت درپیش ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ۔ ہمیں حاجت تو کوئی نہیں۔ لیکن ہماری خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ پیدل چلیں۔ آپ نے فرمایا۔ لوٹ جاؤ۔ کیونکہ سوار کے ساتھ پیدل چلنے والا سوار کے لئے مفسدہ کا باعث ہوتا ہے۔ اور پیدل چلنے والے کے لئے باعث ذلت۔ [2]

۱۲۔ تول میں برکت:- ایک دفعہ جناب امیر المومنین علیہ السلام ایک لونڈی کے پاس سے گزرے۔ جس نے ایک قصاب سے گوشت خریدا تھا۔ اور اسے کہہ رہی تھی کہ تھوڑا اور زیادہ کرو۔ آپ نے قصاب سے اس کی سفارش کی اور فرمایا۔ کہ اے قصاب اس لونڈی کو گوشت زیادہ دو۔

---

[1] و [2] بحار الانوار جلد ۹ جزو ثانی ص ۵۹۷، ص ۵۹۸

کیونکہ یہ زیادتی تمہاری کمائی میں برکت کی باعث ہوگی۔ [1]

۱۳۔ **تعلیم و تبلیغ** :۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک تعقیبات میں بیٹھے رہتے تھے۔ طلوع آفتاب کے بعد فقراء۔ مساکین وغیرہ آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ اور آپ انہیں فقہ اور قرآن تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ [2]

۱۴۔ **شفقت** :۔ احمد نے ابی الہوار سے روایت کی ہے۔ جو کوفہ میں خام مال کی تجارت کرتا تھا۔ کہ میرے پاس ایک دفعہ حضرت علیؑ تشریف لائے۔ اور آپ کے ساتھ ایک غلام تھا۔ پس آپ نے مجھ سے دو قمیصیں خریدیں اور اپنے غلام سے کہا۔ کہ ان دونوں میں سے جونسی تمہیں پسند ہو لے لو۔ پس غلام نے ایک اچھی قمیص لے لی۔ اور دوسری حضرت علیؑ نے لے لی۔ [3]

سبحان اللہ۔ کیا آج کل کوئی حاکم ایسا ہے۔ جو اپنے ملازم سے ایسا سلوک کرے۔

---

[1] بحار الانوار۔ جلد ۹۔ جزو ثانی۔ ص ۶۱۷

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۶۱۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۶۳۵

۱۵- خندہ روئی :- جناب امیر المومنینؑ نہایت خندہ پیشانی تھے۔ کبھی کسی بات سے جناب کی شگفتہ پیشانی پر بل نہیں آتا تھا۔ ہر وقت تبسم سے لب کھلے رہتے تھے اس وجہ سے بعض متانت پسند لوگ جناب پر نکتہ چینی فرماتے تھے۔ روائت ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان نے قیس بن سعد سے تعریض کی وجہ سے کہا۔ "خدا تعالےٰ ابوالحسنؑ پر رحم کرے نہایت کشادہ رو ہنسنے والے اور خوش طبع تھے"۔ قیس نے جواب دیا "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی مزاح کرتے تھے اور صحابہؓ کے ساتھ ہنستے تھے۔" [۱]

۱۶- سخاوت :- (۱) شعبی جناب امیر المومنینؑ کی سخاوت کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرتؑ تمام لوگوں سے ایسے سخی ترین تھے اور اللہ سخاوت اور جود کو محبوب رکھتے تھے۔ کہ آپ نے کبھی کسی سائل کے لئے اپنی زبان سے لا یعنی "نہیں" نہیں فرمایا تھا۔ آپ اپنے ہاتھوں سے مدینہ کے یہودیوں کے نخلستان کو سیراب کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھوں پر آبلے پڑ جاتے تھے اور اُجرت کے پیسے خیرات کرتے اور اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھتے تھے[۲]

---

[۱] ارجح المطالب صہ ۲۰۱ + [۲] ارجح المطالب صہ ۲۲۶ از مطالب السئول محمد بن طلحہ شافعی

(۲) حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب امیر المومنینؑ کے پاس چار درم تھے کہ ان کے سوا اُس وقت اور کچھ اُن کے پاس نہ تھا۔ آپ نے ایک درم رات کے وقت اور ایک دن کے وقت اور ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر خیرات کیا۔ پس پروردگار نے یہ آیہ مجیدہ نازل فرمائی۔ الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (پ۳ ع ۶) یعنی وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں پوشیدہ اور ظاہر پس ان کے لئے خدا تعالیٰ کے پاس اجر ہے۔ اور نہ اُن پر کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اور نہ وہ اندوہگین ہونگے۔[1]

(۳) حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ ایک دن میں جناب رسولِ خدا کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک سائل نے مسجد میں آکر آواز دی۔ کسی نے اُس کو کچھ نہ دیا۔ سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ اے پروردگار گواہ

---

[1] تفسیر درِ منثور سیوطی جلد ۱ صفحہ ۳۶۳ و تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ تفسیر معالم التنزیل بغوی صفحہ ۱۳۵۔ تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ تفسیر نیشاپوری صفحہ ۲۷۸ تفسیر کبیر فخر الدین رازی جلد ۲ صفحہ ۵۲۸ وغیرہ وغیرہ

رہیو۔ میں نے تیرے نبیؐ کی مسجد میں سوال کیا ہے۔ اور کسی نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ جناب علی علیہ السلام نماز میں تھے آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کی چھنگلی کی طرف اُس کو اشارہ دیا اور انگوٹھی اُس کو عطا فرمائی۔ پس خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکواۃ وھم راکعون (پ ۶ ع ۱۲) تمہارا مالک اور سرپرست تو بس یہی ہیں خدا اور اُس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں حالتِ رکوع میں۔[1]

(۴) علامہ کفوی طبقات میں لکھتے ہیں کہ کسی جنگ میں علیؑ ایک کافر سے لڑ رہے تھے اور دونوں طرف لشکر کے لوگ صفیں باندھے کھڑے تھے مسلمان تھوڑے تھے اور کفّار کثرت سے تھے۔ جن کی جمعیّت دس ہزار کے قریب تھی۔ کافر نے جناب امیرؑ سے عرض کیا کہ ذرا اپنی تلوار تو مجھے دکھائیں۔ دیکھوں کیسی ہے؟ جناب امیرؑ نے اپنی تلوار اُس کو دے دی۔ کافر نے تلوار ہاتھ میں لے کر بولا۔ اب آپ کیونکر مجھ سے بچ سکیں گے۔ جبکہ

---

[1] ارجح المطالب ص ۹۶ و ص ۲۲۵ بحوالہ تفسیر ثعلبی و تفسیر کشاف۔ ریاض نضرہ (محب طبری) جلد ۲ ص ۲۰۶۔ جامع الاصول و نسائی و سبط ابن جوزی۔

تلوار مجھ کو دے چکے ہیں؟ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ جبکہ تو نے بھیک مانگنے والوں کی طرح ہمارے سامنے ہاتھ بڑھایا تو مروّت نے تقاضا نہ کیا کہ مانگنے والے کا ہاتھ رد کیا جائے۔ اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ امیرالمومنینؑ کا یہ سلوک دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہو گیا۔ [1]

(۵) ابواسحق سبیعی کا بیان ہے کہ میں نے چالیس صحابہؓ رسولؐ سے دریافت کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں سب سے زیادہ سخی کون تھا؟ سب نے کہا علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام [2]

(۶) معاویہ سے ایک شخص محفن ابن ابی محفن نے آکر کہا کہ میں تیرے پاس بخیل ترین شخص کے پاس سے آیا ہوں۔ اس کا اشارہ (نعوذ باللہ) امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف تھا۔ معاویہ اگرچہ دشمن امیرالمومنینؑ تھا۔ مگر بولا "افسوس ہے تجھ پر تو کیونکر انہیں بخیل کہتا ہے۔ اگر ان کو ایک گھر سونے کا اور ایک گھر انجیر کا ملکیت میں دے دیا جائے۔ تو قبل اس کے کہ وہ انجیر کے گھر کو تمام بانٹ دیں سونے کا گھر چکا دینگے۔" [3]

---

[1] ارجح المطالب ص ۲۲۶ + [2] و [3] سراج مبین جلد ۲۔ ص ۲۰۰ مطالب السئول محمد ابن طلحہ شافعی۔

(۷) جناب امیرالمومنینؑ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اُن لوگوں کی حالتوں پر افسوس آتا ہے جو اپنے مال کو غلام اور لونڈیوں کے خریدنے میں صرف کرتے ہیں۔ مگر اپنے کرم اور احسان سے آزاد لوگوں کو اپنا غلام نہیں بناتے۔ [۱]

(۸) اہل بصرہ نے جناب امیرالمومنینؑ کے ساتھ اور اُن کی اولاد کے ساتھ تلوار سے لڑائی کی اور گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہہ کر شانِ امام میں بے ادبیاں و گستاخیاں کیں لیکن جب جناب امیرؑ اُن پر ظفریاب ہوئے تو نہ اُن کے سامان لوٹنے کا حکم دیا اور نہ اُن کی اولاد کو لونڈی غلام بنایا۔ [۲]

۱۷۔ شجاعت:- (۱) علم الاخلاق میں شجاعت کو اہم مقام حاصل ہے۔ شجاعِ حقیقی محض وہی کہلا سکتا ہے۔ جس کی بہادری بے داغ اور صاف ہو۔ فریب کا نام و نشان نہ ہو۔ حریف کو اپنی بہادری دکھانے کا پورا موقع عطا کرے اور اُسے پوری پوری رعائتیں دے۔ اپنی بہادری میں پوری پاکیزگی سے کام لے اور کسی عملِ قبیحہ کو

---

[۱] مناقب الاصحاب فقیہ ابوبکر بن محمد بن الحسین۔ ارجح المطالب ص۲۲۶ و سراج مبین ص۲۰۱

[۲] شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید۔ ارجح المطالب ص۲۰۳

شامل نہ کرے۔ اس کی بہادری میں ظلم کا شائبہ تک نہ ہو۔
یہ جملہ صفات بجز امیر المومنینؑ کے اور کسی میں نظر نہیں آتیں۔
آپ دشمن کے ساتھ ہر جائز رعائت بلکہ جو جو رعایات وہ
چاہے برتتے تھے۔ اور اپنے جوہر دکھانے کا پورا موقع عنایت
فرماتے تھے۔ وہ حریف کو پسپا کرنے کی کوشش کے ساتھ
انسانی اخلاق شرافت و ہمدردی کو مقدم رکھتے تھے۔ مقتول
کے اسباب جنگ یعنی ہتھیار لینے کے قدیم طریقے کو آپ کی
مروت اور بلند ظرفی نے ختم کر دیا۔ چنانچہ غزوہ خندق میں
عمر ابن عبدود جیسے یکتائے زمانہ پہلوان کو مار کر آپ نے اُس
کی لاش کو اُس کے انتہائی بیش قیمت اسلحہ کے ساتھ ویسا
ہی چھوڑ دیا۔ اور جب اُس کی بہن اُس کی لاش پر رونے کے لئے
آئی تو اپنے بھائی کو تمام ہتھیاروں سے ویسے ہی آراستہ
پا کر مطمئن ہو گئی اور یہ اشعار پڑھنے لگی۔ (ترجمہ) اگر عمر کا
قاتل کوئی اور شخص ہوتا تو میں اس وقت سے لے کر ابد الآباد
تک رویا کرتی۔ مگر اس کو تو ایک ایسے شخص نے قتل کیا ہے جو
کسی عیب سے منسوب نہیں ہو سکتا۔ جس کا باپ "بیضۃ البلد"
(یعنی شہر مکہ کی روشنی) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
قنبرؓ سے جو ہمیشہ رکاب میں حاضر رہتے تھے۔ حضرت فرمایا
کرتے تھے۔ قنبر میرے کشتوں کو ننگا نہ کرد۔ شیر ژیاں کا مقصود

مارنے یا مرنے سے ہے۔ وہ مقتول کے سامان واسباب تلف کرنے پر نگاہ نہیں کرتا۔[1]

(۲) جناب امیر المومنینؑ علیہ السلام کی ضربیں ایک ہی بار پورا کاٹ ڈالنے والی تھیں۔ اگر سر پر پڑتی تھیں تو نیچے ایک تسمہ لگا باقی نہیں چھوڑتی تھیں اور اگر کروٹ پر پڑتی تھیں تو دوسری کروٹ تک صاف کر دیتی تھیں۔[2]

(۳) مصعب بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ لڑائیوں میں بہت ہوشیار رہتے تھے اور اس کی گھاتیں خوب جانتے تھے ممکن نہ تھا کہ کوئی آپ پر چوٹ لگا سکے۔ آپ کی زرہ فقط سینہ کی طرف ہوتی تھی۔ پشت کے لئے نہ تھی۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرتؑ آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ آپ کا دشمن پیچھے سے آئے؟ آپ نے فرمایا۔ "خدا مجھے باقی نہ رکھے کہ میری پشت دشمن کے سامنے آجائے۔"[3]

(۴) ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ جب جنگ صفین کا جھگڑا طول پکڑ

---

[1] سراج مبین ص ۱۹۴

[2] حیوٰۃ الحیوان دلبری۔ ارجح المطالب ص ۲۳۰ و سراج مبین ص ۱۹۳

[3] ارجح المطالب ص ۲۳۵ بحوالہ مستطرف

گیا تو حضرت علیؑ نے معاویہ کو اپنی مبازرت کے لئے طلب کیا کہ کیوں خلقِ خدا کا خون بہاتا ہے۔ خود میدان میں میرے مقابلے کو آ۔ تا کہ ایک کے قتل کی وجہ سے مسلمان آرام پا جائیں۔ عمرو بن عاص نے معاویہ کو کہا۔ "بات تو علیؑ نے انصاف سے کی ہے۔" معاویہ نے کہا "یعنی تو مجھے ابو الحسنؑ کے ساتھ مبازرت کرنے کو کہتا ہے۔ حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ کھو نکلنے والا بہادر ہے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو میرے بعد امیرِ شام بننا چاہتا ہے۔" [1]

۱۸۔ امانت:۔ آپؑ نہ صرف مالِ دنیا ہی کے سلسلہ میں بعد از رسولؐ سب سے زیادہ امین تھے۔ بلکہ امینِ وحیِ خدا بھی تھے۔ دیکھئے جنابِ رسولِ خداؐ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمانے لگے تو بسترِ رسولؐ پر سونے کے علاوہ امانتوں کی واپسی کی اہم ذمہ داری بھی حضرت امیر المومنینؑ ہی کے سپرد کی گئی۔ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جس کے پاس کوئی قابلِ حفاظت شے ہو۔ اور اُس نے اُسے حضرت رسول اللہؐ کی امانت اور دیانت کی وجہ سے امانتاً حضورؐ کے

---

[1] النہج المطالب صہ ۲۳۶ بحوالہ ابن قتیبہ دینوری۔

پاس نہ رکھوا دیا ہو۔ جس وقت حضورؐ مکہ سے ہجرت فرمانے لگے تو چونکہ حکم خدا کے مطابق یہ امر پوشیدگی میں انجام پذیر ہونا تھا لہٰذا حضرتؐ کے خود امانتوں کے واپس کرنے سے حضرتؐ کی ہجرت کا راز قبل از وقت کھُل جاتا۔ اُس وقت ایسے آدمی کی ضرورت تھی جس پر امانت میں خیانت کرنے کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکے اور جو حفاظتِ رسولؐ کے لئے رسولؐ کی جگہ پر بھی سو جائے۔ ایسا شخص سوائے امیرالمومنینؑ حضرت علیؑ کے اور کوئی نہ تھا۔[1] جناب رسولؐ خدا نے جملہ امانتیں امیرالمومنینؑ کے سپرد فرمائیں تاکہ وہ اُن کے وارثوں کے سپرد فرما کر سب سے آخر میں ہجرت فرمائیں۔ حضرتؐ کی امانت و دیانت انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔ چنانچہ ۹ھ ہجری میں جب سورۃ براۃ کی تقریباً چالیس[2] آیتیں نازل ہوئیں تو حج کے موقع پر اُن کی تبلیغ کے لئے جنابِ رسولؐ اکرم نے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو روانہ کیا۔ مگر پھر فوراً ہی حکمِ الٰہی کے ماتحت اس اہم امانت و ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے وہ آیات امیرالمومنین علیہ السلام کے سپرد کر دی گئیں جنہوں نے جا کر مناسب طریق سے تبلیغ فرمائی۔ حضرت ابوبکرؓ نے محسوس کیا مگر آنحضرتؐ نے حکم الٰہی کا عذر پیش کیا۔

---

[1] و [2] جملہ تواریخ اسلام

امانتِ امیرالمومنینؑ کی یہ کیفیت تھی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمانا پڑا۔ جیسا کہ انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآبؐ ابو برزہؓ صحابی سے فرما رہے تھے اور میں سن رہا تھا کہ "اے ابو برزہؓ کل قیامت کے روز علیؑ میرا امانت دار ہوگا۔"[1]

۱۹۔ محاسنِ اخلاق کی تعلیم: اسلام کے سچّے اور صحیح اخلاق جن کی تعلیم اُس نے دُنیا کی تمام قوموں کو پہنچائی۔ اُن کا نچوڑ امیرالمومنینؑ کی مندرجہ ذیل اخلاقی نصیحتیں ہیں:۔

"ذیل کی باتوں کو تم اپنے بھائیوں کی طرف سے اپنے اُوپر برداشت کرلو۔ اگر وہ تم سے قطعی جُدائی چاہیں تو تم اُن سے اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اگر وہ تم سے روگردانی کریں تو تم اُن سے محبّت کرو۔ اگر وہ تمہارے ساتھ بخالت یا تنگدستی سے پیش آئیں تو تم اُن کے ساتھ احسان، لطف اور مدارا کے سلوک اختیار کرو۔ جب وہ تم سے دوری اختیار کریں تو تم اُن سے قربت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ جب وہ سختی سے پیش آئیں تو تم نرمی سے پیش آؤ۔ جب وہ تمہارا کوئی قصور

---

[1] اخرجہ ابوبکر بن مردویہ۔ ارجح المطالب صفحہ ۶۱۶ بار چہارم

کریں تو تم معاف کرو۔ اگر وہ تم سے عذر خواہی کرنا چاہیں تو تم
اُن سے خود عفو تقصیر کے خواستگار ہو اور اُن کو شرمندہ ہونے
کا موقع نہ دو۔ اپنے دوستوں سے اس طرح پیش آؤ کہ اور
لوگ تم کو اُس کا بندۂ احسان سمجھیں اور اُس کو تمہارا ولی نعمت اور
صاحب امتنان۔ مگر یاد رکھو کہ یہ اخلاق اُنہیں لوگوں کے ساتھ
جائز سمجھے جائیں گے جو اُس کا پورا استحقاق رکھتے ہوں۔ یہ باتیں
اگر تم اُن کے ساتھ جائز رکھو گے جو اس کی لیاقت نہیں رکھتے تو
وہ ان محاسن کے عوض میں تمہارے معائب ڈھونڈیں گے۔
اور تم کو محض عاجز اور مجبور سمجھیں گے۔ اپنے دوست سے اپنی
دوستانہ نصیحتوں کو دریغ نہ کرو۔ عام اس سے کہ وہ نصیحت
تمہاری اُس کو بُری لگے یا اچھی۔ تم کو جو کچھ کہنا ہو کہہ دو۔ مگر اُس
کے منہ پر غصہ کو پی جاؤ اور ضبط کرو۔ میرے نزدیک کوئی
شربت آخر میں ایسا میٹھا معلوم نہیں ہوتا جیسا غصہ کا
ضبط کر جانا اور اُس کا پی جانا۔ جو تمہارے ساتھ سختی کرے
تم اُس کے ساتھ نرمی کرو۔ تمہارا نرمی کرنا اُس کی سختی کو آخر کار
نرم کر دے گا۔ جب تمہارا دشمن تمہارے قابو میں آجائے۔ تو
اُس کے ساتھ احسان اور نیکی سے پیش آؤ۔ کیونکہ تمہارے یہ
سلوک تمہاری فتح عظیم میں شمار ہوں گے۔ اگر تم کسی دوست
سے قطع محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو ایک بار ہی ساری محبت قطع نہ کر

بیٹھو۔ بلکہ کچھ رہنے دو۔ کہ شاید وہ کسی وقت میں تم سے پھر محبت تازہ کرنا چاہے۔ تو اسی حصہ سے تم سے محبت زندہ کرے گا۔ اگر تمہارے دوست تم میں اُس خوبی کا گمان کریں جو تم میں نہ ہو تو تم اُس خوبی کی تحصیل کی جلد کوشش کرو کہ وہ خوبی تم میں آجائے۔ کسی دوست کے حقوق اُس کی دوستی کے اعتبار پر ضائع نہ کرو۔ کیونکہ جس دوست کا حق ضائع کیا جائیگا وہ تمہارا دوست نہ رہے گا۔" [1]

۲۰۔ دشمن سے سلوک:۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم ملعون (قاتل امیرالمومنینؑ) کو جس وقت پکڑ کر امیرالمومنینؑ کے سامنے لائے۔ تو حضرتؑ اُس کی پریشانی کو بھانپ گئے۔ اُس وقت جب حضرتؑ کو شربت پیش کیا گیا تو قاتل کی تلخی زبان کو محسوس کرکے فرمایا "پہلے میرے قاتل کو پلاؤ۔" اس سے بڑھ کر اخلاق کی شان اور کیا ہوگی۔

---

[1] سراج مبین جلد ۲ صہ ۱۰۳ از نہج البلاغہ۔

جدول حالات جناب امام حسنؑ

علیہ السلام

امام دوم

اسم مبارک	حسنؑ اور توراۃ میں شبرؑ
کُنیّت	ابو محمد - ابو القاسم
القاب	مجتبےٰ - سیّد - تقی - زکی - سبط - امین - طیّب - حجّت - امام مسموم - سیّد الشباب اہل الجنت -
والد بزرگوار	حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ -
والدہ ماجدہ	جناب فاطمۃ الزہراؑ سیّدۃ النساء العالمین بنت سیّد المرسلین محمد مصطفےٰؐ
روزِ ولادت	سہ شنبہ
تاریخِ ولادت	۱۵ ماہ رمضان ۳ھ
مقام ولادت	مدینہ منورہ
ولادت کے وقت بادشاہ	یزدجرد یا ہرمز

بی بیوں کے نام	اُم فروہ ۔ اُم ولد ۔ اُم بشیر ۔ اُم الحسن ۔ اُم اسحاق ۔ خولہ ۔ ثقفیہ ۔ جعدہ ۔
لڑکوں کے نام	زید ۔ حسن مثنیٰ ۔ قاسم ۔ محمدؐ ۔ عبدالرحمٰن ۔ جعفر ۔ اسماعیل ۔ یعقوب ۔ حمزہ ۔ عبداللہ ۔ حسین الاثرم ۔ عقیل ۔ حسن الاصغر ۔ عمرو ۔ طلحہ ۔
لڑکیوں کے نام	صغرا ۔ ام سلمہ ۔ رقیہ ۔ فاطمہ ۔ اُم عبداللہ ۔ اُم الحسن ۔ اُم الحسین ۔
روزِ وفات	پنجشنبہ
تاریخ وفات	۲۸ صفر سنہ ۵۰ھ ۔ سنہ ۶۷۰ عیسوی
مقامِ دفن	مدینہ منورہ ۔ جنت البقیع
سببِ وفات	جعدہ بنت اشعث کے ذریعے حکومت کے زہر دینے سے
مدتِ زندگی	۴۷ سال
مدتِ خلافت یا امامت	خلافت ظاہری چار ماہ تین روز اور امامت ۱۰ سال
نقشِ نگین	العزۃ للہ ۔ المستعان باللہ

حضرت امامِ حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقِ کریمانہ

ابن عائشہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک مرد شامی

۱۔ حلم :۔ نے آپ کو ایک گھوڑے پر سوار دیکھا۔ پس آپ کی شانِ مبارک میں کلمات نازیبا کہنے شروع کیے۔ لیکن امام حسن علیہ السلام نے اس کی کسی بدکلامی کا جواب نہ دیا۔ جب وہ بک جھک کر خاموش ہوگیا۔ تو آپ اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسے سلام کہہ کر فرمایا :۔

اے بزرگ! معلوم ہوتا ہے کہ تُو مسافر ہے اور شاید تجھے اشتباہ ہُوا ہے کہ تُو مجھے اس طرح کہہ رہا ہے۔ اگر تجھے کچھ حاجت ہو۔ تو عطا کروں۔ اگر ہدایت چاہو۔ تو ہدایت کروں۔ اگر سواری کی ضرورت ہے تو تجھے مہیا کروں۔ اگر بھوکا ہے۔ تو سیر کروں۔ اگر لباس کی ضرورت ہے۔ تو بنادوں۔ اگر محتاج ہے۔ تو غنی کروں۔ اگر کسی سے ڈر کر بھاگا ہے۔ تو پناہ دوں۔ تیرے لئے بہتر ہے کہ میرے یہاں قیام پذیر ہو۔ اس لئے کہ ہمارا گھر بہت فراخ ہے۔ اور جو کچھ تمہیں درکار ہے۔ وہ سب ہمارے پاس موجود ہے۔

جب اس شخص (شامی) نے آپ کا یہ محبّت بھرا کلام سُنا۔ رونے لگا۔ اور عرض کیا۔ "میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ اللہ تعالٰی کی زمین

زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ہی خوب جانتا ہے۔ کہ اس کی خلافت و رسالت کے لئے کون لائق ہے۔ اس سے قبل میں آپ کو اور آپ کے والد بزرگوار کو سب سے زیادہ دشمن سمجھتا تھا۔ اور اب سب خلق سے زیادہ آپ مجھے محبوب ہیں۔

وہ شخص اپنا سامان اُٹھا کر آپ کے درِ دولت پر لے آیا۔ اور جب تک کہ اس کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ آپ ہی کا مہمان رہا۔ ؎

۲۔ الدُنیا سجن للمومن والجنّت للکافر :۔

ایک دفعہ سخت گرمی کے ایّام میں امام حسنؑ نے غسل فرمایا۔ اور بہترین لباس میں ملبوس ہو کر ظاہری سج دھج کے ساتھ سوار ہو کر گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے احباب و اصحاب آپ کے جلو میں صفیں باندھ کر چلتے گئے۔ راستے میں ایک یہودی مفلوک الحال سامنے آیا۔ جس کے چہرہ پر غربت اور ذلّت کے آثار ہویدا تھے۔ اس کا بدن دھوپ کی شدّت سے جھلسا ہوا تھا۔ کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اور اس کے بدن پر زخم تھے۔ جو رس رہے تھے۔ غرضیکہ بہت بُری حالت میں تھا۔ اسے دیکھ کر امام حسن علیہ السلام رُک گئے۔ اُس نے عرض کی۔ کہ اے فرزند رسولؐ میرا انصاف کرد۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کس چیز میں تمہارا انصاف کروں؟ اُس نے کہا۔ کہ آپ کے جدِ امجد حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے۔

؎ بحار الانوار جلد عاشرہ ص ۱۰۳

کہ یہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ آپ مومن ہیں۔ اور میں کافر ہوں۔ پس میں دیکھتا ہوں۔ کہ یہ دنیا آپ کے لئے جنت ہے۔ کیونکہ آپ اس کی نعمتوں سے متلذذ ہو رہے ہیں لیکن میرے لئے یہ قید خانہ ہے۔ اس کی تکلیفوں نے مجھے ہلاکت تک پہنچا دیا ہے۔ اور میں فاقوں سے مر رہا ہوں۔

جب امام حسن علیہ السلام نے اس کا یہ کلام سُنا۔ تائیدِ الٰہی کا نور آپ کے دماغ پر ساطع ہُوا۔ اور آپ کے فہم میں خزانۂ علم سے اُس کا جواب ظاہر ہُوا جس سے اس یہودی کے خیال کی غلطی واضح ہو گئی۔ اور اس کی فرمانِ رسولؐ سے بدگمانی دُور ہو گئی۔

آپ نے فرمایا۔ اے بزرگوار۔ اگر تو دیکھے کہ اللہ تعالےٰ نے میرے اور سب مومنوں کے لئے دارِ آخرت میں کیا کچھ مہیّا کر رکھا ہے۔ جسے نہ ان مادی آنکھوں نے دیکھا اور نہ ہی کانوں نے سُنا۔ تو تو جان لے کہ یہ دُنیا اُن نعماتِ اُخروی کے مقابلہ میں قید خانہ سے بھی بدتر ہے اور اگر تو دیکھے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے اور سب کافروں کے لئے دارِ آخرت میں جہنم کی آگ اور عذاب کس قدر تیار کر رکھا ہے۔ تو تجھے معلوم ہو جائے۔ کہ تو اس وقت ایک فراخ جنّت میں ہے اور نعمتوں سے بہرہ ور ہے۔ [1]

---

[1] بحار الانوار جلد عاشر صـ۱۰۳

۳۔ ھل جزاء الاحسان اِلّا الاحسان:۔

ابوالحسن مدائنی نے روایت کی ہے۔ کہ ایک سال امام حسنؑ۔ امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ بن جعفر علیہم السلام حج کو گئے۔ راستہ میں ان کا سامان ضائع ہوگیا۔ آپ کو شدّت سے بھوک اور پیاس لگی۔ آپ کو ایک خیمہ نظر آیا۔ جس میں ایک بڑھیا ملی۔ آپ نے اُس سے پوچھا۔ کہ کیا تمھارے پاس ہمارے پینے کے لئے کچھ ہے۔ اس نے کہا۔ کہ ہاں۔ اس نے انہیں ایک مریل سی بکری دکھائی۔ اور کہا کہ اس کا دودھ دوہ کر پی لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر پوچھا۔ کہ کیا تمہارے پاس ہمارے لئے کچھ کھانے کو بھی ہے؟ اس نے عرض کیا۔ کہ صرف یہی ایک بکری ہے۔ پس تم سے کوئی ایک اسے ذبح کرے۔ تاکہ میں تمہارے کھانے کا انتظام کروں۔ چنانچہ اُن میں سے ایک اُٹھا اور اُس نے وہ بکری ذبح کر ڈالی۔ اس بڑھیا نے یہ بکری پکا کر ان کے لئے کھانا تیار کر دیا۔ جسے کھا کر یہ سب سیر ہوگئے۔ اور اپنے سفر پر جانے لگے۔ پھر اُسے کہا۔ کہ اے بڑھیا ہم چند افراد قریش ہیں۔ جب ہم خیریت سے واپس وطن کو جائیں۔ تو ہمیں یاد دلانا ہم آپ کے احسان کا بدلہ دینگے۔ یہ تو چلے گئے۔ اور اس بڑھیا کا خاوند آگیا۔ جب اُس نے اپنے خاوند کو یہ سب واقعہ سُنایا۔ اور اُسے بکری کے ذبح ہونے کا علم ہُوا۔ وہ سخت غضبناک ہُوا۔

اور کہنے لگا۔ کہ وائے ہو تجھ پر۔ تو نے ایسے لوگوں کی خاطر اپنی بکری ذبح کر دی جن کو تو پہچانتی بھی نہیں۔ اور پھر یہ کہتی ہے کہ وہ افرادِ قریش تھے۔ اس واقعہ کو ایک عرصہ گزر گیا۔ اور اُنہیں ایک ضرورت سے مدینہ منورہ میں آنا پڑا۔ ایک دن وہ بڑھیا گلی میں سے گزر رہی تھی۔ کہ امام حسن علیہ السلام اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے اس بڑھیا کو پہچان لیا۔ لیکن وہ بڑھیا آپ کو نہ پہچان سکی۔ پس امام حسن علیہ السلام نے اپنا ایک خادم بھیجا۔ جو جا کر اس بڑھیا کو بلا لایا۔ آپ نے فرمایا۔ اے کنیزِ خدا۔ کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے عرض کیا۔ کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں تیرا فلاں دن کا مہمان ہوں جس کی تواضع تو نے بکری سے کی تھی۔ وہ بڑھیا کہنے لگی۔ کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ پس امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کی بکریوں میں سے ایک ہزار خریدیں اور ان کے علاوہ ایک ہزار دینار اس بڑھیا کو عطا فرمائے۔ پھر اس کے ہمراہ اپنا غلام کر دیا۔ کہ وہ اسے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچائے۔ آپ نے پوچھا۔ کہ میرے بھائی امام حسن نے تجھے کیا عطا فرمایا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار نقد۔ پس امام حسین علیہ السلام نے بھی اسے اسی قدر عطا فرمایا۔ پھر آپ نے غلام کے ہمراہ اسے حضرت عبداللہ بن جعفر

کے پاس بھیجی۔ انہوں نے بھی پوچھا۔ کہ اے بڑھیا۔ امام حسن اور امام حسین علیہم السلام نے تجھے کیا کچھ عطا فرمایا ہے؟ اُس نے عرض کیا۔ کہ دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے حکم دیا۔ کہ اسے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار دیئے جائیں۔ پس وہ بڑھیا یہ مال و زر لے کر اپنے خاوند کے پاس چلی گئی۔ [۱]

۴۔ سخاوت:-

ایک دفعہ ایک شخص امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا کہ یا ابن امیر المومنینؑ جس اللہ تعالےٰ نے آپ پر نعمتیں نازل کی ہیں۔ میں اُسی کی قسم دے کر عرض کرتا ہوں۔ آپ میرے اور میرے دشمن کے درمیان انصاف کیجئے۔ وہ ایسا سخت دشمن ہے کہ نہ بڑوں کی عزت کرتا ہے اور نہ چھوٹوں پر رحم کرتا ہے۔ آپ اس وقت تکیہ لگا کر آرام فرما رہے تھے۔ پس آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا۔ کہ تمہارا دشمن کون ہے تاکہ میں تمہارا انصاف کروں۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ حضور فکر و فاقہ۔ پس امام حسنؑ نے تھوڑا توقف فرمایا۔ پھر اپنے خادم کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اُسے کہا۔ کہ جو کچھ تمہارے پاس اس وقت موجود ہے حاضر کرو۔ پس وہ پانچ ہزار درہم لایا۔ جو سب کے سب آپ نے اُس شخص کو دے دیئے۔ [۲]

---

[۱] و [۲] بحار الانوار جلد عاشر صد ۱۰۳ تا صد ۱۰۴

۵۔ ہر ذی رُوح پر شفقت :۔

بخیح نے معتبر اسناد سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام حسن علیہ السلام کھانا تناول فرما رہے تھے اور ایک کُتا آپ کے سامنے کھڑا تھا۔ پس آپ ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈالتے تھے۔ اور ایک لقمہ کُتے کو پھینکتے تھے۔ بخیح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ "اے فرزند رسولؐ۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں۔ تو میں اس کُتے کو دھتکار دوں۔" آپ نے فرمایا۔ "رہنے دو۔ مجھے خدا سے شرم آتی ہے۔ کہ کوئی ذی روح (جاندار) میری طرف دیکھے۔ میں کھاتا رہوں اور اُسے نہ دوں۔[۱]

۶۔ حسبی اللہ ونعم الوکیل :۔

ایک دفعہ مروان بن الحکم نے امام حسن علیہ السلام کی شان میں دشنام طرازی کی۔ جب وہ خاموش ہُوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم میں تم سے کسی بات کو نہیں بھولا۔ خدا انصاف کرے گا۔ اگر تم سچے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اس سچائی کی جزا دے۔ اور اگر کاذب ہو۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اس جھوٹ کا بدلہ دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ مجھ سے بڑھ کر بدلہ لینے والا ہے۔[۲]

[۱، ۲] بحار الانوار۔ جلد عاشر۔ صـ ۱۰۴

۷۔ **خوش کلامی** :۔ عمیر بن اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ جملہ کلام کرنے والوں سے مجھے امام حسن علیہ السلام زیادہ محبوب ہیں۔ میں نے آپ کی زبانِ مبارک سے کبھی فحش کلمہ نہیں سُنا۔ [۱]

۸۔ امام حسن علیہ السلام اور عمرو بن عثمان کے درمیان زمین کے بارے میں کچھ جھگڑا تھا۔ آپ نے ایک امر پیش کیا۔ لیکن عمرو اس پر راضی نہ ہوا۔ فرمایا۔ ہمارے پاس ناک پر مٹی ڈالنے کے سوا کچھ نہیں۔ پس یہی سخت کلمہ تھا۔ جو امام حسنؑ کی زبان سے نکلا۔ ورنہ آپ یہ بھی کسی سے نہ فرمایا کرتے تھے۔ [۲]

۹۔ **حُرمتِ والدین** :۔ ایک دن حضرت علی علیہ السلام نے شہزادہ حسنؑ کو فرمایا۔ کہ خطبہ پڑھو۔ آپ نے عرض کی۔ کہ اے والد بزرگوار۔ میں کیونکر کلام کروں حالانکہ میں آپ کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

یہ تھا حرمتِ والدین کا حال کہ آپ اپنے پدرِ عالی مقام کے سامنے گفتگو نہ فرماتے تھے۔ ہاں جب حضرت علی علیہ السلام ایک طرف تشریف لے جاتے یا پسِ پردہ ہو جاتے۔ تو آپ تقریر فرماتے۔ جیسا کہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہوگا۔ [۳]

---

[۱] و [۲] بحار الانوار جلد عاشر صد ۱۰۶ ۔ [۳] بحار الانوار جلد عاشر صد ۱۰۴

۱۰۔ایک دفعہ اقوام اہل کوفہ نے طعنہ زنی کی۔ کہ امام حسنؑ گونگے ہیں۔ اس لئے آپ سے حجّت قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ بات حضرت امیرالمومنین علیہ السلام تک پہنچ گئی۔ آپ نے امام حسنؑ کو بلایا۔ اور لوگوں کی طعنہ زنی سے واقف کیا۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے اس بات سے تکلیف پہنچی ہے۔ پس تم لوگوں کو تقریر سُناؤ۔ امام حسنؑ نے عرض کی۔ کہ یا امیرالمومنینؑ میں آپ کے سامنے تقریر کرنے کی طاقت۔ جرأت اور ہمّت نہیں رکھتا۔ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ کہ میں تمہارے پیچھے ہو جاتا ہوں۔ پس آپ نے ندائے صلوٰۃ جامعہ دی۔ جسے سُن کر سب لوگ جمع ہو گئے۔ امام حسنؑ سریر آرائے منبر ہوئے۔ اور اس قدر بلیغ و فصیح خطبہ پڑھا۔ کہ لوگ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ یاد رکھو لوگو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ نوحؑ۔ آل ابراہیمؑ۔ اور آل عمرانؑ کو تمام جہانوں میں مصطفےٰ قرار دیا ہے۔ یہ ایک دوسرے کی ذرّیت میں سے ہیں۔ پس ہم حضرت آدم کی ذرّیت اولاد نوح اور صفوۃ ابراہیم علیہم السلام سے ہیں اور نسل حضرت اسمٰعیل اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔ ہماری نشان تم لوگوں میں ایسی ہے۔ جیسے بلند آسمان۔ بچھی ہوئی زمین۔ روشن سورج۔ شجر زیتون جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ جو خود بخود روشن ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کی جڑ ہیں۔ علیؑ ابن ابیطالب اُس کی شاخ اور خدا کی قسم ہم اُس کے پھل ہیں۔

پس جس نے اس کی شاخوں میں سے کسی شاخ کے ساتھ تعلق پکڑا۔ وہ نجات پا گیا۔ اور جس نے مخالفت کی۔ وہ آگ میں گرا۔

پس جناب امیر المومنین علیہ السلام اُٹھے۔ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے چلے۔ اور منبر پر چڑھ کر امام حسنؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر فرمایا۔ اے فرزندِ رسولؐ۔ تم نے لوگوں پر اپنی حجت ثابت کر دی۔ ان پر تیری اطاعت واجب ہو گئی۔ پس ویل اور خرابی ہے اس کے لئے جو اس کی مخالفت کرے۔ ؎۱

۱۱۔ راضی برضائے خدا تعالیٰ:۔ امام حسن علیہ السلام کو جب زہر دیا گیا۔ اور آپ کا وقتِ وفات قریب آیا۔ تو آپ نے امام حسین علیہ السلام کو بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے اس سے قبل کئی بار زہر دیا گیا۔ لیکن جتنا سخت زہر اب کی دفعہ دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے نہیں دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ میرا جگر کٹ کٹ کر باہر آ رہا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ کہ آپ کو کس نے زہر دیا؟ امام حسنؑ نے پوچھا کہ آپ یہ معلوم کر کے کیا کریں گے؟ کیا اسے قتل کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر جس پر میرا شبہ ہے وہی میرا قاتل ہے۔ تو بہ نسبت تمہارے خداوند تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا ہے۔ اور میں نے اپنا اور اپنے

؎۱ بحار الانوار جلد عاشر صہ ۱۰۴

قاتل کا فیصلہ اس کی رائے پر موقوف رکھا ہے۔ وہ جو مناسب سمجھے گا۔ وہی درست ہوگا۔

مجھ کو میرے نانا (جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے پاس دفن کرنا۔ کوئی رکاوٹ کرے۔ تو میں منع کرتا ہوں اور قسم دیتا ہوں کہ میرے جنازہ کی وجہ سے ذرا سا خون بھی زمین پر نہ بہنے پائے۔[1]

۱۲۔ تکبّر سے نفرت (شفقت بر مردم) :- ایک دفعہ امام حسنؑ چند فقیروں کے پاس سے گزرے۔ ان کے پاس روٹیوں کے کچھ ٹکڑے تھے۔ جو زمین پر رکھے تھے۔ اور وہ بیٹھے ہوئے اُٹھا اُٹھا کر کھا رہے تھے۔ اُنھوں نے آپ کو کھانے میں شرکت کی دعوت دی۔ آپ گھوڑے پر سے اُترے۔ اور یہ فرما کر کہ اللہ تعالیٰ تکبّر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اُن کے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئے۔ آپ کی برکت سے کھانا بچ گیا۔ پھر آپ نے سب کی ضیافت دی۔ ان کو کھانا کھلایا اور سب کو کپڑے پہنائے۔[2]

۱۳۔ عفو و احسان :- روایت ہے کہ آپ کے ایک غلام سے کوئی قصور سرزد ہوگیا۔ جس

---

[1] بحار الانوار جلد عاشر صـ ۱۵۰ ۔ [2] بحار الانوار جلد عاشر صـ ۱۰۴

سے وہ سزا کا مستوجب ہوا۔ آپ نے اُسے ضربات لگانے کا حکم دیا۔ اُس نے پ ۴ آل عمران ع ۱۴ کی ایک آیت کا ٹکڑا والعافین عن الناس (متقین کی صفت ہے کہ وہ لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں) پڑھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے قصور معاف کیا۔ اس نے باقی حصہ پڑھا۔ واللہ یحب المحسنین (اللہ تعالٰے احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) آپ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں اللہ کی راہ پر آزاد کیا۔ اور جو کچھ میں تجھے دیا کرتا ہوں۔ اُس سے دُگنا دیتا ہوں۔[1]

۱۴۔ چند اقوال حکیمانہ :-

۱ - بُرائی کا بدلہ احسان سے دے کر نیکی کرو۔

۲ - حق کے خلاف کہنا نامردی ہے۔

۳ - عقلمندی یہی ہے کہ بندگانِ خدا کے ساتھ نیکی کی جائے اور دین و دنیا کو آراستہ کیا جائے۔

۴ - آدمی تین باتوں سے ہلاک ہوتا ہے :-

(الف) غرور (ب) لالچ اور (ج) حسد

---

[1] بحار الانوار جلد عاشر صفحہ ۱۰۴

(الف) غرور دین کو تباہ کرتا ہے۔

(ب) لالچ آدمی کو مصیبت میں ڈالتا ہے۔

(ج) حسد عداوت کو پھیلاتا ہے۔

۵ - خطا کاروں کو معاف کرنا بزرگی ہے۔

۶ - کمینوں کی پیروی اور گمراہوں کی مصاحبت حماقت ہے۔

۷ - خاموش انسان خود بھی آرام میں رہتا ہے اور پاس والے بھی راحت میں رہتے ہیں۔

۸ - جو خدا تعالےٰ سے نہیں ڈرتا۔ اُسے ہر چیز سے ڈرنا پڑتا ہے۔

۹ - انسان کا مرتبہ اُس کی عقل کے مطابق ہوتا ہے۔

۱۰ - مال جو تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس سے دوسروں کی مدد کرو۔

جدول حالات جناب امام حسینؑ

علیہ السلام

امام سوم

اسم مبارک	حسینؑ اور توراۃ میں شبیرؑ
کُنیت	ابو عبد اللہ - ابو الائمہ - ابو المساکین
القاب	سیّد الشہداء - سبط - شہید - مظلوم - طیّب - رشید - مبارک - سیّد الشباب اہل الجنّت - تابع لرضات اللہ - دلیل علی لذات اللہ -
والد بزرگوار	حضرت علیؑ ابن ابیطالب
والدہ ماجدہ	جناب فاطمۃ الزہراء سیّدۃ النساء العالمین بنت سیّد المرسلین محمدؐ مصطفےٰ
روز ولادت	پنجشنبہ اور بقولے سہ شنبہ
تاریخ ولادت	۳ شعبان سنہ ۴ھ
مقام ولادت	مدینہ منورہ
نانا دیکی نسبت بادشاہ	یزدجرد یا ہرمز

بی بیوں کے نام	شہر بانو - اُم لیلیٰ - اُم اسحاق - رباب بنت ابو مرہ - رباب بنت امراء القیس - قضاعہ -
لڑکوں کے نام	امام زین العابدین ؑ - علی اکبر - علی اصغر - عبداللہ - محمدؐ جعفر -
لڑکیوں کے نام	فاطمہ - سکینہ
روزِ وفات	جمعہ
تاریخ وفات	۱۰ / محرم ۶۱ھ مطابق (۶۸۰ء)
مقام دفن	کربلا معلّٰی
سبب وفات	یزید کے حکم سے شمر نے شہید کیا۔
مدت زندگی	۵۷ سال
مدت خلافت یا امامت	دس سال
نقش نگین	ان اللہ بالغ امرہٖ یا ثقتی باللہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کا اخلاقِ کریمانہ

۱۔ شرم و حیا :۔ ابو سعید عقیصا التیمی کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں امام حسنؑ اور امام حسین علیہما السلام کے پاس سے گزرا۔ اور وہ دونوں پاجامہ سمیت دریائے فرات میں داخل تھے۔ میں نے اُن سے عرض کی۔ کہ اے فرزندانِ رسولؐ آپ نے پاجامے خراب کر دیئے۔ انہوں نے فرمایا۔ اے ابا سعید پاجاموں کا خراب ہونا ہمیں اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ دین خراب ہو جائے۔ اس لئے کہ جس طرح زمین پر اللہ تعالےٰ کی مخلوق آباد ہے۔ اسی طرح پانی میں بھی خداوند کریم کی مخلوق بستی ہے۔[1]

سبحان اللہ۔ یہ آپ کے اخلاق سے بعید تھا کہ کسی مخلوق کے سامنے عریاں ہوں۔

۲۔ احسن تبلیغ :۔ ایک دفعہ شہزادگان عالی قدر امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام ایک بوڑھے آدمی کے پاس سے گزرے جو غلط طریق پر وضو کر رہا تھا۔ امامینؑ

---

[1] بحار الانوار جلد عاشر ص ۹۵

نے نہ چاہا۔ کہ اس پیر مرد کی دل شکنی ہو۔ اُس کا علاج یوں کیا
کہ دونوں آپس میں جھگڑنے لگے۔ ایک کہنے لگا۔ کہ میرا وضو صحیح
ہے تم درست نہیں کرتے۔ دوسرے نے کہا۔ کہ میرا وضو صحیح
ہے اور تمہارا صحیح نہیں۔ چنانچہ دونوں نے اُس بوڑھے سے کہا
کہ اے بزرگ۔ وضو کی صحت میں ہمارا باہمی تنازع ہے۔
آپ مہربانی فرما کر ہمارے درمیان فیصلہ کریں۔ کہ کون وضو
صحیح طریق پر کرتا ہے۔ چنانچہ دونوں صاحبزادگان نے وضو کیا۔
ایک نے تو درست کیا۔ اور دوسرے نے اس بوڑھے مرد کی طرح
کیا۔ پھر اُس سے پُوچھا۔ کہ فرمائیے۔ ہم میں سے کس نے صحیح
طریق پر وضو کیا ہے۔ بوڑھے شخص نے کہا کہ آپ دونوں کا
وضو صحیح ہے۔ لیکن میں جاہل ہوں اور میرا ہی وضو غلط تھا۔
اب میں نے آپ کا وضو دیکھ کر اپنا وضو صحیح کر لیا ہے۔ اور
تم دونوں کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ [1]

اللہ اکبر۔ کس احسن طریق اور اخلاق سے اس بوڑھے شخص کا
وضو بھی درست کر دیا۔ اور اُس کی دل شکنی بھی نہ ہونے دی۔

۳۔ عفو و احسان :۔ روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے ایک غلام سے کوئی قصور سرزد

---

[1] بحار الانوار جلد عاشر صـ ۹۵

ہوگیا جس سے وہ سزا کا مستوجب ٹھیرا۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ اسے پیٹا جائے۔ اس نے عرض کی۔ یا مولا۔ والکاظمین الغیظ۔ یعنی قرآن مجید کی ایک آیت کا ٹکڑا پڑھا جس میں متقین کی صفت یہ بیان ہوتی ہے۔ کہ وہ غصّہ کو روکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ روک دیا۔ اُس نے آیت کا اگلا حصّہ پڑھا۔ والعافین عن الناس یعنی وہ لوگوں کے قصور سے درگزر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تمہارا قصور معاف کیا۔ اُس نے پھر آیت کا باقی حصّہ پڑھا۔ واللّٰہ یحب المحسنین ٥ (پ۴ آل عمران ع ۱۴) یعنی اللہ تعالےٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ میں نے تمہیں خدا کی راہ میں آزاد کیا۔ اور تجھے تمہارے حقوق سے دُگنا دیتا ہوں۔ [۱]

۴۔ ایثارِ عظیم:۔ ایک بار اسامہ بن زید سخت بیمار ہوئے۔ حضرت اُن کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے قریب پہنچے تو یہ کہتے سُنا۔ واغماہ (اُف کتنا بڑا غم ہے) حضرت نے پُوچھا۔ اے بھائی تم کو کیا غم ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ ساٹھ ہزار درم کا مقروض ہوں۔ اور موت سر پر آ پہنچی ہے۔ اس کے ادا نہ ہونے کا صدمہ موت کی تکلیف سے کچھ کم

---

[۱] بحار الانوار جلد عاشر صہ ۱۶۱

نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم فکر نہ کرو۔ تمہارا قرضہ میرے ذمہ رہا۔ اسامہ نے کہا۔ کہ اس قرضہ کے ادا ہونے سے پہلے کہیں مر نہ جاؤں حضرت نے فرمایا۔ تم اطمینان رکھو۔ تمہارے مرنے سے پہلے میں یہ قرضہ چکا دونگا۔ چنانچہ آپ اپنے گھر تشریف لائے۔ اور قرض خواہوں کو بلا کر قرضہ چکا دیا۔ [1]

۵۔ ایک روز امام حسینؑ نے ایک غلام کو دیکھا۔ کہ اپنے ساتھ کُتّے کو کھانا کھلا رہا تھا۔ حضرت نے اس کا سبب پوچھا۔ اُس نے کہا۔ فرزند رسولؐ۔ میں ایک مصیبت زدہ آدمی ہوں۔ اس کُتّے کو خوش کر کے خدا سے اس کے بدلہ میں خوشی چاہتا ہوں۔ حضرت نے پوچھا۔ کیا معاملہ ہے۔ اُس نے کہا۔ میں ایک یہودی کا غلام ہوں۔ اور اس سے آزادی چاہتا ہوں۔ اس کی یہ خواہش سُن کر اس یہودی کے پاس آئے۔ اور اسے دو سو اشرفیاں اس غلام کی قیمت ادا کر کے اس کو آزاد کرا دیا۔

آپ کا یہ اخلاق دیکھ کر یہودی نے کہا۔ کہ یہ غلام آپ نے آزاد کرایا۔ میں اسے اپنا باغ عطا کرتا ہوں۔ اور جو مال آپ نے بطور فدیہ دیا۔ واپس کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے یہ مال تمہیں ہبہ کر دیا۔ یہودی نے کہا۔ کہ میں نے قبول کیا۔ اور یہ مال اس [2]

---

[1] و [2] بحار الانوار جلد عاشر ص ۱۶۱

غلام کو دیتا ہوں۔ اور اسی وقت اس یہودی اور اس کی عورت نے اسلام قبول کر لیا۔

۶۔ ہمدردی و سخاوت :- مروانؔ حاکم مدینہ ایک بار فرزدق شاعر سے ایسا ناراض ہوا۔ کہ اس کو شہر بدر کرنے کا حکم دے دیا۔ وہ پریشان ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ مجھے چار ہزار درہم کی ضرورت ہے۔ تاکہ جلا وطن ہو کر جہاں جاؤں چین سے رہ سکوں۔ آپ نے اس کی حاجت پوری کر دی۔ [۱]

۷۔ ایک اعرابی مدینہ میں آکر پوچھنے لگا۔ اس شہر میں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ لوگوں نے حضرت امام حسینؑ کا پتہ دیا۔ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کی تعریف میں تین شعر پڑھے۔ آپ نے اپنے خادم سے پوچھا۔ کہ حجاز کے مال سے تیرے پاس کس قدر باقی ہے۔ عرض کی چار ہزار دینار۔ آپ نے وہ رقم ایک کپڑے میں باندھی اور خادم سے کہا۔ اس سائل کو بلا لا جب وہ آیا۔ تو آپ نے دروازہ کی آڑ لے کر وہ رقم عطا کی۔ اور تین شعر اس کے اشعار کے جواب میں فرمائے۔ جن کا مضمون یہ تھا۔ اس کو لے لو اور میں تجھ سے اس قلیل رقم کے لئے معافی کا خواستگار

[۱] بحار الانوار جلد ۱۰ شرع صـ ۱۶۰

ہوں۔ مگر یقین کر کہ مجھ کو تیرے حال پر شفقت ضرور ہے۔ اگر حکومت کی باگ میرے ہاتھ میں ہوتی۔ تو دیکھتا۔ کہ ہماری بخشش کا بادل کس طرح تیرے اُوپر برستا۔ مگر حالات زمانہ ہمیشہ بدلتے ہیں۔ میرا ہاتھ اس وقت تنگ ہے۔

اعرابی یہ کلام سُن کر رونے لگا۔ فرمایا۔ اب تیرے رونے کا کیا سبب ہے؟ شاید کم دینے پر رو رہا ہے۔ اس نے کہا یہ بات نہیں۔ بلکہ میں اس لئے روتا ہوں۔ کہ ایسے کریم النفس وجود کو ایک روز خاک میں ملنا ہے۔ [۱]

۸۔ بخشش:۔ عبدالرحمٰن اسلمی آپ کے کسی فرزند کے معلّم تھے اُنہوں نے سورۂ حمد زبانی یاد کرا دیا تھا حضرت کی خدمت میں ان صاحبزادے کو لے جا کر تمام سورۃ سنوا دی۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ اور معلّم کو ایک ہزار دینار اور بہت سے لباس دیئے۔ اور اس کا منہ موتیوں سے بھروا دیا۔ کسی نے حضرت سے اس بخشش کا سبب پوچھا۔ فرمایا۔ میری بخشش اس کی بخشش کے برابر نہیں ہو سکتی۔

۹۔ بخشش بر مساکین:۔ ایک دفعہ امام حسین علیہ السلام کچھ مسکینوں کے پاس سے گزرے۔

---

[۱] بحار الانوار جلد عاشر ص ۱۶۰

جو ایک چادر پر روٹی کے ٹکڑے رکھ کر کھا رہے تھے۔ آپ نے اُن کو سلام کیا۔ اُنھوں نے آپ کو کھانے میں شرکت کی دعوت دی۔ پس آپ ان کے ہمراہ بیٹھ گئے۔ اور فرمایا۔ کہ چونکہ یہ صدقہ کے ٹکڑے ہیں۔ اس لئے میں نہیں کھا سکتا۔ ورنہ ضرور کھاتا۔ پھر آپ اُنہیں اپنے ہمراہ گھر لے گئے۔ سب کو کھانا کھلایا۔ ہر ایک کو کپڑے پہنائے۔ اور ہر ایک کو ایک ایک ہزار درہم عطا فرمایا۔ [1]

۱۰۔ عزّت افزائی و صلح جوئی:۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امام حسینؑ اور حضرت محمد بن حنفیہ کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی۔ ابن حنفیہ نے آپ کی طرف ایک خط لکھا۔ کہ اے برادر بزرگوار۔ ہمارے اور آپ دونوں کے باپ حضرت علیؑ ہیں۔ پس باپ کے اعتبار سے نہ مجھ کو آپ پر فخر ہے اور نہ آپ کو مجھ پر۔ لیکن آپ کی مادر گرامی حضرت رسولِ خداؐ کی صاحبزادی ہیں۔ اگر تمام دنیا کا چاندی سونا میری ماں کی ملک ہو جائے۔ تب بھی وہ آپ کی والدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ پس آپ کو مجھ پر بہت بڑی فضیلت ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ میرے پاس تشریف لا کر میری عزت افزائی کا باعث ہوں۔ یہ خط پڑھتے ہی حضرت

---

[1] بحار الانوار جلد عاشر صفحہ ۱۶۰

اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور محمد بن حنفیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان کبھی رنجش نہ ہوئی۔ [1]

۱۱۔ تحفے کا بدلہ:۔ انس رضؓ کہتے ہیں کہ میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ آپ کے پاس لونڈی آئی۔ اور گُلِ ریحان پیش کیا۔ آپ نے قبول کیا۔ اور فرمایا کہ میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔ انس رضؓ بن مالک نے کہا۔ کہ اے فرزندِ رسولؐ۔ ایک پھول کے پیش کرنے پر آپ نے اُسے آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسنِ منھا اوردوھا۔ کہ جب کوئی تمہیں تحفہ دے۔ تو تم اس سے بہتر تحفہ اُسے دو۔ اور میرا تحفہ بہتر یہی تھا کہ اُسے آزاد کر دوں۔ [2]

۱۲۔ دلجوئی غریباں:۔ امام حسینؑ جب بعزم کربلا مدینہ سے نکل کر مکّہ پہنچے۔ تو عبداللہ بن زبیر ملنے کو آئے۔ اُس وقت حضرت کے پاس مکّہ کے کچھ مساکین بیٹھے ہوئے عرض حال کر رہے تھے۔ عبداللہ نے چاہا۔ کہ یہ جلد اُٹھ جائیں۔ تو میں حضرت سے بات چیت کروں۔ مگر حضرت ان سے برابر دل جوئی اور تسلّی کی باتیں کرتے رہے۔ عبداللہ کو یہ امر ناگوار ہو رہا تھا۔ جب وہ لوگ چلے گئے۔ تو عبداللہ نے کہا۔ فرزندِ

---

[1] بحار الانوار جلد عاشر صفحہ ۱۶۰ [2] بحار الانوار جلد عاشر صفحہ ۱۶۱

رسولؐ آپ نے ان لوگوں کو بہت دیر اپنی خدمت میں حاضر رہنے کا موقع دیا۔ جو کچھ اُن کو دینا تھا۔ دے دلا کر رخصت کر دیتے۔ فرمایا۔ اے ابن زبیر۔ زمانہ کی گردش نے ان کو دل شکستہ بنا دیا۔ امراء ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ میں نے چاہا کہ ان بیکسوں کی پوری داستانِ غم توجہ سے سنوں۔ تاکہ اُن کے دل کا غبار کچھ کم ہو جائے۔ اے ابن زبیر میں اس نانا کا نواسہ ہوں۔ جو ہر روز بعد نماز صبح اصحاب صفہ کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے اور چاشت کے وقت تک ان کی احوال پُرسی کرتے رہتے تھے۔[1]

۱۳۔ دشمن سے سلوک :۔ حارث بن زید مروان کا غلام پکا دشمن اہلبیت تھا۔ ایک روز وہ کسی ضرورت سے امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ آپ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ جس کا اُس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ پھر کبھی حضرت کی کوئی بُرائی کسی کے سامنے نہ کی اور حضرت سے اس کو رفتہ رفتہ اتنی عقیدت پیدا ہو گئی۔ کہ مروان کی ملازمت ترک کر دی تھی۔[2]

۱۴۔ نرم گفتاری :۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ حضرت کہیں جا رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ کے

---

[1]، [2] ضمیمہ نور صہ ۷۹

ہمراہی سے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ جو حضرت رسولؐ خدا کا عمامہ سر پر رکھے لباس رسولؐ بدن میں پہنے اور شمشیر رسولؐ کمر سے باندھے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ تو انہیں نہیں جانتا۔ حضرت رسولؐ خدا کے نواسے حسینؑ بن علیؑ ہیں۔ یہ سن کر وہ بُرا بھلا کہنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عزیز۔ اگر جنگل کی ہوا نے تیرے دماغ میں خشکی پیدا کر دی ہے۔ تو چند روز میرے پاس قیام کر۔ تاکہ تیرا علاج کراؤں۔ اور اگر تیری بی بی نے تجھے ستایا ہے۔ اور تو اس سے لڑ کر نکلا ہے۔ تو روپیہ مجھ سے لے اور اس کو جا کر خوش کر۔ حضرت کی اس نرم گفتگو سے آپ کے ساتھیوں کو بڑا تعجب ہوا۔ بعض نے چاہا۔ کہ اس گستاخ کو سزا دیں۔ لیکن آپ نے منع فرمایا۔ اور کہا ہم حلم کے پہاڑ ہیں۔ ہمیں کوئی چیز نہیں ہلا سکتی۔ وہ شخص اپنے گستاخانہ کلام پر بہت نادم ہوا۔ اور حضرت سے معافی چاہی۔ [1]

جنگ نہروان

۱۵۔ دشمن سے سلوک۔ پابندی وعدہ: کے بعد شمر کو امیرالمومنینؑ نے قید کر لیا۔ ایک روز امام حسینؑ کا گزر محبس (قید خانہ) کی طرف سے ہوا۔ شمر نے عرض کی۔ یا ابن رسولؐ اللہ۔ میرے حالِ زار پر رحم فرمایئے۔ اور اپنے پدر بزرگوار

---

[1] ضمیمہ نور ص ۸۲

سے میری رہائی کے لئے سفارش کیجئے۔ اب اس محبس (قید خانہ) کی تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ حضرت فوراً امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شمر کی رہائی کے لئے سفارش کرنے لگے۔ حضرت علیؑ آب دیدہ ہو کر فرمانے لگے۔ بیٹا۔ تم جانتے ہو۔ یہ شخص کون ہے۔ یہ تمہارا قاتل ہے۔ ایک روز یہی تم کو تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کرے گا۔ عرض کی۔ بابا جان یہ سب سچ ہے۔ لیکن میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں۔ مجھے اس سے شرمندہ نہ کرائیے۔ یہ سن کر امیرالمومنینؑ نے اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔ ؎

۱۶۔ رحم و خدا ترسی :۔ جس زمانہ میں لوگوں نے خلیفہ عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا اور رسد روک رکھی تھی حضرت علیؑ نے اپنے دونوں بیٹوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو حکم دیا۔ کہ پانی کے مشکیزے اور کچھ روٹیاں لے کر جائیں۔ اور محصورین تک پہنچائیں چنانچہ دونوں صاحبزادے وہاں پہنچے۔ بلوائیوں نے روکا مگر ہمت سے کام لے کر دونوں شہزادے بڑھے چلے گئے۔ کسی نے کہا۔ یہ لوگ قابل رحم نہیں۔ فرمایا۔ تمہارے نزدیک نہ ہوں لیکن

؎ ضمیمہ نور صفحہ ۹

ہمارے اندر جو جذبہ شفقتِ خلق کا اللہ تعالٰے نے پیدا کیا ہے۔ اس کا اقتضاء یہی ہے کہ اس وقت مصیبت میں ہم ان کی خبر لیں حقیقت یہ ہے کہ سوائے اہلبیتِ رسولؐ ایسے موقعوں پر شفقت کا مظاہرہ کسی رو سے ممکن ہی نہیں۔ یہ انہی کے دل تھے۔ کہ اپنے سخت سے سخت دشمنوں پر بھی شفقت فرماتے تھے۔ [۱]

۱۷۔ مہمان نوازی :- امام حسینؑ بڑے مہمان نواز تھے۔ مدینہ میں جو بھولا بھٹکا مسافر پہنچتا۔ وہ آپ کے ہاں ہی مہمان ہوتا۔ ایک روز مسجد نبویؐ میں کچھ لوگ یہ تذکرہ کر رہے تھے۔ کہ اس وقت مدینہ میں سب سے زیادہ مہمان نواز کون ہے ہر شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق بیان کر رہا تھا جناب جابرؓ بن عبداللہ انصاری بھی وہاں پہنچ گئے۔ آپ سے بھی لوگوں نے پوچھا۔ فرمایا۔ اس وقت فرزند رسولؐ الثقلین حضرت امام حسینؑ سے زیادہ کوئی مہمان نواز نہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ جب ان کے یہاں کوئی شخص مہمان ہوتا ہے تو اس کی اس قدر دلجوئی کرتے ہیں کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھول جاتا ہے۔ اگر وہ مقروض ہوتا ہے تو اس کا قرض ادا کرتے ہیں۔ اگر پیادہ ہوتا ہے تو سواری دیتے ہیں۔ بیمار ہوتا ہے تو اس کا علاج کراتے ہیں۔ اس کو پہنچانے کے لئے دور تک جاتے ہیں۔ اس سے معذرت کرتے ہیں۔ کہ میں تیرے ساتھ کچھ نہیں کر سکا۔ [۲]

---

[۱] ضمیمہ نور صہ ۹۰ [۲] ضمیمہ نور صہ ۹۴

جدول حالات حضرت امام زین العابدینؑ

علیہ السلام

امام چہارم

اسم مبارک	علیؑ
کنیت	ابو محمدؐ - ابوالحسن - ابوالقاسم
القاب	زین العابدین - سیّد الساجدین - عابد - سجاد - ذوالثفنات - زین الصالحین - الزاہد القول - سیّد الصابرین - الامین - الخالص - البکاء - الزکی - منار القانتین - الخاشع - ابوالائمہ - امام الائمہ - وارث علم النبیین - وصی الوصیین -
والد بزرگوار	حضرت امام حسینؑ
والدہ ماجدہ	شہر بانو بنت یزدجرد
روز ولادت	پنجشنبہ بقولے جمعتہ المبارک

تاریخ ولادت	۱۵ رجمادی الاول سنہ ۳۸ھ (سنہ ۶۵۸ء)
مقام ولادت	مدینہ منورہ
ولادت کے وقت بادشاہ	حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ
بی بیوں کے نام	فاطمہ اُم عبداللہ و دیگر چھ بیویاں
لڑکوں کے نام	امام محمد باقرؑ - زید - عبداللہ - حسن - حسین اکبر - حسین اصغر - عبدالرحمن - سلیمان - محمد اصغر - علی اصغر - قاسم -
لڑکیوں کے نام	خدیجہ - فاطمہ - ملیکہ - اُم کلثوم - اُم الحسن - اُم الحسین -
روزِ وفات	۲۵ محرم سنہ ۹۵ھ (سنہ ۷۱۴ء)
مقامِ دفن	مدینہ منورہ - جنت البقیع -
سببِ وفات	خلیفہ ولید بن عبدالملک نے زہر دلوایا -
مدتِ زندگی	۵۷ سال
مدتِ امامت	۳۴ سال
نقشِ نگین	لکلِ غمٍ حسبی اللہ یا اللہ مبشراً یا ثقتی باللہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے محاسن اخلاق

۱۔ **آزادیِ غلاماں :۔** ایک روز امام زین العابدین علیہ السلام کے کسی غلام سے کوئی قصور سرزد ہو گیا۔ وہ خوف زدہ ہو کر کہیں رُوپوش ہو گیا۔ حضرتؑ کو اُس کی تلاش ہوئی۔ جو شخص بھی ملنے آتا اس سے احوال پُرسی کرتے۔ ایک شخص نے خبر دی۔ کہ وہ میرے ہمسائے کے گھر میں رُوپوش ہے۔ فرمایا میری طرف سے جا کر اس سے کہدو۔ کہ تو بیکار خوف زدہ اور رنجیدہ ہے۔ میں نے تو تمہارا قصور اُسی دن معاف کر دیا تھا۔ جب اس غلام کو یہ خبر پہنچی تو خوشی خوشی حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ۔ میں نے تجھ کو خدا کی راہ پر آزاد کر دیا۔ وہ یہ سُن کر رونے لگا۔ حضرت نے رونے کا سبب پوچھا۔ وہ کہنے لگا۔ یا ابن رسولؐ اللہ آپ مجھ پر عرصۂ حیات تنگ کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کی غلامی پر ہزاروں آزادیاں قربان کر دوں۔ میں ہرگز آپ کی خدمت سے جُدا ہونا نہیں چاہتا۔

۲۔ ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک کنیز آپ سے واقعات کربلا سُن کر رونے لگی۔ آپ نے جو یہ محبّت کا جذبہ

اس کے اندر پایا۔ تو فرمایا۔ جا۔ میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا۔ وہ کنیز کہنے لگی۔ یا ابن رسول اللہ۔ میں تو آپ ہی کی خدمت میں رہوں گی۔ آپ کے قدموں میں رہنا میرے لئے سعادتِ ابدی ہے۔

۳۔ خدمتِ خلقِ خدا:۔ ابن اسحاق کا بیان ہے۔ کہ مدینہ کے بہت غریب لوگ ایسے تھے کہ اُنہیں ہر روز کھانا ملا کرتا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ انہیں یہ کھانا کون دے جاتا ہے۔ یہ راز تب کھُلا جبکہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے شہادت پائی۔ اس رات غریبوں کے گھر میں کھانا نہ پہنچا۔ تب لوگوں کو پتہ چلا۔ کہ رات کے وقت منہ چھُپا کر کھانا پہنچانے والے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے۔

لکھا ہے کہ جب اُنہیں غسل میت دینے لگے تو آپ کی پُشت پر ایک سیاہ داغ نظر آیا۔ کسی نے سوال کیا۔ کہ یہ داغ کیسا ہے؟ اہلبیت میں سے کسی نے بیان کیا۔ کہ آپ رات کو آٹے کی بوری اُٹھا کر مدینہ کے فقیروں کو تقسیم کرنے کے لئے لے جایا کرتے تھے۔ یہ اُسی کا نشان ہے۔

۴۔ حفاظتِ مسلمین:۔ واقعہ حرّا میں جب یزیدی فوج مدینہ میں قتلِ عام کر رہی تھی اور

بحکم یزید امام زین العابدین علیہ السلام کو ایک محفوظ مقام پر بھیج دیا گیا۔ آپ اہل مدینہ کی تباہی اور بربادی پر زار زار روتے تھے۔ جو لوگ بھاگ بھاگ کر آپ کی جائے پناہ تک پہنچ جاتے تھے آپ اُن کو اپنی حفاظت میں لے لیتے تھے اور اُن پر شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ بے شمار جانیں آپ کی شفقت کے باعث بچ گئیں۔

۵۔ معذرت خواہی :۔ فرزدق شاعر کا بیان ہے کہ ایک روز میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو چند مہمانوں کو آپ کے پاس دیکھا۔ آپ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا۔ چند برتنوں میں ثرید مہمانوں کے سامنے رکھا گیا۔ اور ایک برتن میں کچھ بھنا ہوا اناج۔ یہ آپ کی مخصوص غذا تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ نے عمر بھر کوئی لذیذ غذا نہیں کھائی۔ صرف بھُنے ہوئے اناج پر قناعت کی۔

فرزدق کہتا ہے کہ جب حضرت وہ بھُنا ہوا اناج تناول فرما رہے تھے تو میں رونے لگا اور عرض کرنے لگا۔ یا ابنِ رسولؐ اللہ۔ آپ اس ثرید میں سے کچھ تناول نہیں فرماتے۔ یہ سُن کر آپ رونے لگے۔ اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ جب مہمان سیر ہو چکے۔ تو آپ نے اُن سے بطور معذرت فرمایا۔ جیسا دل چاہتا

تھا۔ آپ لوگوں کو کھانا نہیں کھلا سکا۔ اُمید ہے کہ آپ معاف کر دیں گے۔ واقعہ کربلا نے ہم لوگوں کو زندہ درگور کر دیا ہے۔

۶۔ صلۂ رحمی:۔ امام زین العابدین علیہ السلام بعد شہادت امام مظلوم علیہ السلام حد درجہ شکستہ دل ہو گئے تھے۔ آپ نے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ رات دن وہیں گزارتے تھے۔ یا تو آپ عبادت خدا کرتے تھے یا واقعہ کربلا یاد کر کے روتے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی آپ کو صلۂ رحمی کا خیال رہتا تھا۔ جن زنانِ بنی ہاشم کے رشتہ دار میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ برابر اُن کی تسلّی اور دلجوئی فرماتے تھے۔ اور اُنہیں جس قسم کی امداد کی ضرورت ہوتی تھی وہ بروقت مہیّا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سے ایسی بات نہ کہی۔ جس سے ملال ہو۔ کوئی عمل ایسا نہ کیا۔ جس سے رنج ہو۔ رشتہ داروں کے ساتھ جو حُسنِ سلوک ہونا چاہئے تھا وہ آپ کرتے رہے۔

۷۔ عفو:۔ طاؤس یمانی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا۔ کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنے غلاموں اور کنیزوں کے حلقہ میں تشریف فرما ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں۔ میں نے تم سب کا قصور معاف کیا۔ تم خدا سے دُعا کرو۔ کہ وہ علیؑ بن الحسینؑ کی خطاؤں کو معاف کرے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام معصوم تھے۔ ان سے گناہ کا صادر

ہونا ناممکن تھا۔ پس آپ کا ایسا فرمانا محض اظہارِ عبودیت کی وجہ سے تھا۔

منہال کوفی کا بیان ہے

۸۔ ہمدردی و حفاظتِ خلق:۔ کہ ایک بار امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ کو ایک نہایت بوسیدہ چادر اوڑھے ہوئے دیکھا۔ چند روز قبل میں نے ایک نئی چادر خریدی تھی۔ اور ابھی تک اسے استعمال نہیں کیا تھا۔ وہی چادر میں نے خدمتِ امام میں بطورِ تحفہ پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔ اے منہال یہ کسی مستحق کو دے دو۔ میری موجودہ چادر میرے لئے کافی ہے۔ ہم اہلبیت زیب و زینت کے شوقین نہیں۔ جو چیز ہمیں سردی اور گرمی سے بچاتی ہے۔ وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ ابھی میری یہ چادر اس قدر پرانی نہیں ہوئی کہ تمہاری چادر لے کر دوسروں کی ضرورت کا خیال دل سے نکال دوں۔

۹۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو ایک روز گھر سے اس حالت میں نکلتے دیکھا۔ کہ آپ کی نعلین مبارک کے تسمے ٹوٹے ہوئے تھے۔ جن کی وجہ سے آپ کو راستہ چلنا دشوار تھا۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ نئی نعلین کیوں نہیں خرید فرماتے۔ آپ نے فرمایا۔ جو رقم اس کے لئے رکھتا ہوں کوئی سائل آجاتا ہے اس کو دے دیتا ہوں۔ میں نے عرض

کی اجازت دیجئے کہ میں خرید کر حاضر کروں۔ ابھی میں امام سے یہی گفتگو کر رہا تھا۔ کہ ایک سائل نے آ کر کچھ سوال کیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ جو رقم تم میری نعلین پر خرچ کرنا چاہتے تھے وہ اس کو دے دو۔ مجھ سے زیادہ یہ اس کا مستحق ہے۔ اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو خود اس کی حاجت پوری کر دیتا۔

۱۰۔ عبداللہ دمشقی کہتا ہے کہ میں ایک روز امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ آپ اپنی عبا میں بیٹھے پیوند لگا رہے ہیں۔ میں پانچہزار درہم خمس کی رقم لے کر حاضر ہوا تھا میں نے وہ رقم امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی اور عرض کی مولا میری خواہش ہے کہ آپ اس رقم میں ایک عبا تیار کرا لیں۔ آپ کی یہ عبا بہت بوسیدہ ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا تم اس رقم کو یہاں رکھ دو۔ اور مدینہ میں ندا کرو۔ کہ جو ارباب حاجت ہوں۔ وہ مسجد رسولؐ میں میرے پاس آئیں۔ میں نے حسب الحکم یہ ندا کی۔ بہت سے ارباب حاجت ٹوٹ پڑے اور حضرت نے وہ ساری رقم اُن پر تقسیم کر دی۔ میں یہ حال دیکھ کر سکتے میں رہ گیا۔[1]

۱۱۔ **ادب**:۔ علامہ ابن خلکان کہتا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ

---

[1] ثابت ہوا۔ کہ خمس اُس کے اہل کو پہنچ جانے کے بعد وہ جہاں جس کو چاہے دے سکتا ہے۔

علیہ السلام اپنی (سوتیلی) ماں کی اطاعت اور خدمت میں بہت مبالغہ فرماتے تھے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ تو اپنی مادر گرامی کی اطاعت و خدمت دُنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ کرتے ہیں۔ پھر آپ اُن کے ساتھ کھانا کیوں نہیں تناول فرماتے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ اس خوف سے کہ شاید وہ معظّمہ دستر خوان سے کوئی چیز کھانا چاہتی ہوں اور میرا ہاتھ اُس کی طرف بڑھ جائے۔ اور میں اُس کو کھا لوں تو اس طرح میں اُن کی زحمت کا باعث ہوں گا۔ جس سے خدا ناراض ہو گا۔ [1]

۱۲۔ حلم و عفو:۔ علامہ شبلنجی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ کہ فلاں شخص نے میرے سامنے آپ کی غیبت کی ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ اچھا میرے ساتھ اُس کے یہاں چلو۔ چنانچہ وہ شخص یہ خیال کرتا ہوا حضرت کے ساتھ چلا کہ جس وقت آپ اس سے ملیں گے۔ اس سے پورا بدلہ لیں گے۔ لیکن سبحان اللہ جب آپ اُس کے پاس تشریف لائے۔ تو اُس سے فرمایا۔ اے بھائی تم نے میرے متعلق جو کچھ اس شخص کے سامنے کہا ہے۔ اگر واقعاً وہ سب باتیں صحیح

---

[1] دنیات الاعیان ج ۱ ص ۳۲۱

ہیں۔ تو میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے بخش دے۔ لیکن اگر وہ باتیں مجھ میں نہیں ہیں تو میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو معاف کردے۔ یہ ارشاد فرما کر حضرت وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ [1]

۱۳۔ اجتناب از غیبت :- ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے آکر کہا۔ کہ فلاں شخص آپ کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے۔ جس کا جواب حضرت نے اُسی شخص (خبر دینے والے) کو یہ دیا۔ کہ بھائی۔ تم نے تو اُس شخص کی ہم نشینی کے حق کا ذرّہ برابر بھی لحاظ نہیں کیا۔ کیونکہ اُس کی بُرائیاں مجھ تک پہنچا دیں۔ اور نہ میرا حق ادا کیا۔ کیونکہ ایک برادرِ اسلامی کی شکایت کی ایسی بات میرے پاس پہنچائی جس کو میں جانتا ہی نہ تھا۔ دیکھو موت ہر شخص کو آنے والی ہے۔ اور بروز قیامت ہم سب زندہ ہو کر ایک جگہ جمع ہوں گے اور وہی دن سب کے فیصلہ کے لئے مقرر ہے۔ جبکہ خدا ہم سب کے درمیان فیصلہ کردے گا۔ مناسب یہی ہے کہ آئندہ سے غیبت کرنا چھوڑ دو۔ کیونکہ جہنم کے کُتوں

---

[1] نور الابصار صـ ۱۲۶

کی غذا ہے۔ اور جان لو کہ جو شخص لوگوں کی غیبت زیادہ بیان کرتا ہے وہ اپنے عیوب کی گواہی دیتا ہے۔ [1]

۱۴۔ حلم و حاجت روائی:-

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ایک روز مسجد سے نکلے۔ تو آپ کو ایک شخص دیکھ کر گالیاں دینے لگا۔ اور اُس نے دشنام طرازی میں نہایت مبالغہ اور افراط سے کام لیا۔ حضرت کے غلام اور خُدّام یہ دیکھ کر اس شخص کی طرف بڑھے۔ لیکن حضرت نے سب کو روکا۔ اور اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میرے جو حالات تم سے پوشیدہ ہیں۔ وہ بہت زیادہ ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہاری کوئی حاجت ہے۔ تاکہ میں اس کے رفع کرنے میں تمہاری مدد کروں؟ حضرت کے حلم کی یہ حالت مشاہدہ کر کے وہ شخص نہایت شرمندہ ہوا۔ بعد ازاں حضرت نے اُسے چند قیمتی کمبل اور پانچ ہزار درہم مرحمت فرمائے۔ حضرت کا یہ سلوک اور احسان دیکھ کر وہ شخص بول اُٹھا۔ اشھد انک من اولادِ المصطفیٰ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ جناب رسالت مآبؐ کے خلفِ صالح ہیں۔ [2]

---

[1] احتجاج طبرسی ص ۳۰۴

[2] نور الابصار ص ۱۲۸

۱۵۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص آپ کو دیکھ کر گالیاں دینے لگا۔ حضرت نے اس سے فرمایا۔ بھائی میرے اور جہنم کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔ اگر میں اس کو عبور کر گیا تو مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ جو چاہے کہو۔ اور اگر اس گھاٹی سے گزرنے کی قابلیت مجھ میں نہیں ہے۔ تو پھر جس قدر بھی تم گالی دیتے ہو۔ میں اس سے زیادہ کا مستحق ہوں۔ [1]

۱۶۔ دشمن سے حُسنِ سلوک:۔ مروان بن الحکم خاندان اہلبیت کا شدید ترین دشمن تھا۔ اسی نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے جنازہ پر پتھر بارانی کرائی تھی۔ جب یزید نے ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کو لکھا تھا کہ امام حسین علیہ السلام سے بیعت لے تو اسی مروان نے ولید سے کہا تھا کہ اسی وقت آپ کو قتل کردو۔ ورنہ یہ پھر ہاتھ نہ لگیں گے۔ اس اتنے بڑے دشمن پر بھی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے عظیم الشان حُسنِ سلوک کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ میں جا کر خانہ نشین ہو گئے۔ اسی زمانہ یعنی ۶۳ھ میں مدینہ والوں نے یزید کے حاکم کو مدینہ سے نکال کر یزید کی بیعت

---

[1] نور الابصار ص ۱۲۸

اپنی گردن سے اُتار دی۔ اور مدینہ میں جس قدر بنی اُمیہ تھے سب کو جلاوطن کر دیا۔ اس وقت اُسی مروان نے حضرت عمر کے فرزند عبداللہ بن عمر سے درخواست کی کہ اس کے اہل و عیال کو اپنے یہاں پناہ دیں۔ ابن عمر نے انکار کر دیا۔ تب مروان نے حضرت زین العابدین علیہ السلام سے عرض کی۔ حضرت نے بے تامّل اُس کی درخواست کو منظور کر لیا۔ تو مروان نے اپنے حرم کو حضرت کے گھر بھیج دیا۔ اور حضرت اپنے عیال کو اور مروان کے اہل و عیال کو لے کر مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ اور ان سب کو اپنے گاؤں ینبع میں حفاظت سے رکھا۔ اس احسان اور حُسنِ سلوک سے مروان حضرت کا شکر گزار رہا۔ [۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت خود ان لوگوں کو نہیں لے گئے۔ بلکہ مروان کے اہل و عیال کو اپنے عیال کے ساتھ اپنے فرزند جناب عبداللہ کے ہمراہ شہر طائف کی طرف روانہ کر دیا۔ [۲]

غالباً کسی مظلوم نے اپنے ظالموں سے ایسا حُسنِ سلوک نہیں کیا ہوگا۔ جو حضرت نے کیا۔ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

---

[۱] تاریخ طبری عربی مطبوعہ مصر ج ۷ ص ۸ ۔ [۲] تاریخ کامل مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۴۵

۱۷۔ ایک اور واقعہ حصین بن نمیر کا ہے۔ یہ شخص قاتلانِ امام حسین علیہ السلام میں سے ہے۔ اس نے جو سفاکیاں کیں ان کے ذکر سے تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو بڑی فوج کے ساتھ اہل مدینہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ مسلم نے مدینہ کو لوٹنے اور قتل و غارت کرنے کے بعد مکہ معظمہ پر چڑھائی کی۔ مگر راستہ میں ہی مرگیا۔ اس حصین بن نمیر نے جو اس کی جگہ سپہ سالار مقرر ہوا تھا۔ ۶ محرم ۶۴ھ کو مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانہ کا واقعہ تاریخ طبری میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حصین بن نمیر کے ساتھ بھی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس مؤرخ کے اپنے لفظوں میں سنیں۔

"حصین شبانگاہ با سوارے چند برنشست و براہ بیرون شد تا علف طلب کند۔ علی بن الحسین رضی اللہ عنہما را دید کہ ہمی آید و بر شتر دو غرار نہادہ یکے گاہ و یکے علف۔ حصین او را بشناخت طلب و نیز داد فراز شد و گفت اے جوانمرد مارا بدیں علف حاجت است ایں را بما فروش۔ علی اصغر رضی اللہ عنہ گفت ایں فروختنی نیست و اگر ترا بدیں احتیاج است ترا باد۔ حصین او را گفت تو کیستی؟ گفت من علی ابن الحسین رضی اللہ عنہ ام گفت تو کیستی؟ گفت من حصین ابن نمیرم او را علی اصغر بشناخت کہ با لشکر عمر بن سعد بود۔" [1]

---

[1] تاریخ طبری فارسی مطبوعہ لکھنؤ ص ۶۴۳

جدول حالات حضرت امام محمد باقر

علیہ السلام

امام پنجم

اسم مبارک	محمدؑ
کنّیت	ابوجعفرؑ
القاب	باقر، شاکر۔ ہادی
والد بزرگوار	امام زین العابدین علی بن الحسینؑ
والدہ ماجدہ	حضرت فاطمہؑ بنت امام حسنؑ
روزِ ولادت	جمعہ اور بقولے دوشنبہ
تاریخ ولادت	یکم رجب سنہ ٥٧ھ (مطابق ٦٧٧ء)
مقام ولادت	مدینہ منورہ
ولادت کے وقت بادشاہ	معاویہ بن ابوسفیان
بی بیوں کے نام	اُم فروہ۔ اُم حکم۔ لیلیٰ

لڑکوں کے نام	امام جعفر صادق علیہ السلام ۔ عبداللہ۔ ابراہیم ۔ علی ۔ عبداللہ۔
لڑکیوں کے نام	زینب ۔ ام سلمہ
روز وفات	دوشنبہ
تاریخ وفات	۷ ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ھ (مطابق سنہ ۷۳۲ء)
مقام دفن	جنت البقیع مدینہ منورہ
سبب وفات	خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے زہر دلوایا
مدت زندگی	۵۷ سال
مدت خلافت یا امامت	۱۹ سال
نقش نگین	العزۃ للہ یا ان اللہ بالغ امرہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اخلاقِ کریمانہ

۱۔ شفقت علی الخلق:۔ سعید بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں ایک روز امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ کے جسم اقدس پر بہت بوسیدہ لباس ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے سعید میں چاہتا ہوں کہ ایک قمیص خرید کروں۔ میں نے عرض کی۔ مولا۔ آپ کیوں زحمت فرمائیں۔ میں خرید لاتا ہوں۔ فرمایا نہیں۔ اپنے حسب حال میں ہی خریدوں گا۔ الغرض حضرت بازار کی طرف چلے۔ میں بھی ساتھ ساتھ چلا۔ آپ نے ایک دوکان سے چار درہم میں ایک لباس خریدا۔ جو بہت موٹے کپڑے کا تھا۔ میں نے عرض کی۔ یا ابنِ رسول اللہ۔ یہ تو حضور کے شایانِ شان نہیں۔ میرے پاس روپیہ ہے۔ آپ کوئی اچھی قمیص خرید لیجئے۔ قیمت میں ادا کردونگا۔ فرمایا۔ کیا خوب۔ اے سعید۔ میرا بار تم اُٹھانا چاہتے ہو۔ کیا روز قیامت بھی تم میرا بار اُٹھانے کے لئے تیار ہوگے۔ میں خاموش ہو گیا۔ آپ وہ قمیص لے کر چلے۔ راہ میں آپ نے ایک برہنہ مسلمان کو دیکھا۔ فوراً اُس کی طرف تیزی سے بڑھے۔ اور فرمایا۔ اے شخص۔ تو برہنہ کیوں

ہے۔ اُس نے کہا۔ یا ابنِ رسول اللہ۔ کیا کروں۔ عیال دار آدمی ہوں۔ جو کچھ کماتا ہوں۔ وہ اہل و عیال کے نفقہ میں خرچ کر دیتا ہوں۔ اتنا پس انداز نہیں ہوتا۔ کہ تن پوشی کروں۔ آپ نے فوراً وہ قمیص اس کو دے دی۔ میں نے دیکھا کہ حضور پہلے سے کہیں زیادہ ہشاش بشاش تھے۔ جب حضرت آگے بڑھے۔ تو میں نے عرض کی۔ یا ابن رسول اللہ۔ ایسی حالت میں جبکہ آپ کو خود اس قمیض کی حاجت تھی۔ آپ نے اس کو دے دی۔ فرمایا۔ وہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق تھا۔ میرے بدن پر لباس ہے۔ اگرچہ بوسیدہ سہی۔ اور وہ بالکل برہنہ تھا۔[۱]

سبحان اللہ۔ یہ آپ کے اخلاقِ حسنہ کی بلندی تھی کہ آپ نے اپنی ضرورت سے دوسرے کی ضرورت کو مقدم سمجھا۔

۲۔ صلہ رحمی:۔ ایک بار آپ دو وقت کے فاقہ سے تھے کہ دو ہزار روپیہ خمس کا کہیں سے آیا۔ آپ نے وہ تنگ دست سادات پر سب تقسیم کر دیا۔ اہلبیتؑ میں سے کسی نے کہا کہ آپ نے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا کچھ لحاظ نہ رکھا۔ فرمایا۔ ہم فقر و فاقہ کے عادی ہیں۔ ہم کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ برخلاف دوسروں کے کہ

---

[۱] ضمیمہ نور ص ۶۴

وہ تلملا جاتے ہیں۔ اور خدا کی شکایت میں لب کھول دیتے ہیں
میں نے گوارا نہ کیا۔ کہ میرے خالق و معبود کی شکایت کسی مسکین
محتاج کی زبان پر آئے۔ ہمارا شکر اس کے فضل سے ہر حالت
میں برقرار رہتا ہے۔ [۱]

۳۔ دلجوئی غریباں:۔ امام محمد باقر علیہ السلام بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے۔
بالخصوص غرباء کے ساتھ۔ جب فقرائے مدینہ آپ کی خدمت
میں آتے تھے۔ تو آپ ان کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔ بلکہ
اپنی عباء کا دامن بچھا کر ان کو بٹھاتے تھے۔ بڑی دلجوئی سے
ان کا حال پوچھتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تھا
تو اس کی عیادت کو جاتے تھے۔ راہ میں اگر کوئی حاجت مند
مل جاتا۔ اور آپ سے کچھ کہنا چاہتا۔ تو بات سننے کے لئے فوراً
کھڑے ہو جاتے تھے اور بڑی توجہ سے اس کا درد دل سنتے تھے[۲]

۴۔ حلم:۔ آپ بہت زیادہ حلیم تھے۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد اکثر اعتراض کرنے کی غرض سے
آپ کے پاس آتے تھے۔ اور گستاخانہ کلام کرتے تھے مگر آپ
تحمل سے کام لیتے تھے۔ اور ہمیشہ مہذب انداز میں اُن کے

---

۱ ضمیمہ نور ص ۶۹ ۲ ص ۷۹

اعتراضات کا جواب دیتے تھے ۔ چنانچہ ایک نے اپنے اُستاد سے کہا ۔ مَیں سمجھتا ہوں ۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے زیادہ حلیم اس زمانہ میں کوئی نہیں [1] یہ آپ کے انتہائی اخلاق کی دلیل ہے ۔

۵ ۔ دُور اندیشی و عفو :- جناب زید بن علی بن الحسین امام محمد باقر علیہ السلام کے سوتیلے بھائی تھے ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ان کے پاس اہل کوفہ کے چند خطوط تھے ۔ جن میں تحریر تھا ۔ کہ ہم نے ایک عظیم الشان لشکر جمع کیا ہے ۔ آپ بنی امیہ پر خروج کریں ۔ ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے ۔ حضرت نے ان خطوط کو پڑھ کر ارشاد فرمایا ۔ ان خطوط سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے ۔ کہ ان لوگوں نے ہمارے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور ہماری تکلیفوں کا ان کو بہت زیادہ احساس ہے ۔ لیکن پھر بھی خروج کرنا تمہارا کام نہیں ۔ جس طرح اوروں پر امام زمانہ کی اطاعت فرض ہے ۔ تم پر بھی ہے ۔ اور یہ طریقہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے ۔ واجب الاطاعت صرف وہی شخص ہو سکتا ہے ۔ جو رسول ﷺ یا وصی رسول ﷺ ہو نہ کہ اس امت کا ہر شخص ۔ ظالموں کے تسلط کے زمانہ میں خدا کا حکم اپنے اولیاء

---

[1] ضمیمہ نور صـ ۸۳

گویہ ہے کہ وہ صبر اور تقیہ سے کام لیں۔ اے برادر مجھے یہ خوف ہے کہ یہ جماعت کہیں تم کو بے وقوف بنا کر کسی مصیبت میں نہ پھانس دے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک نہیں۔ تم ان کے بھرّوں میں نہ آؤ۔

یہ کلام سُن کر زید کو طیش آ گیا۔ اور کہنے لگے ہم اہلبیتؑ میں وہ شخص امام نہیں ہو سکتا۔ جو اپنے گھر کے اندر پردے چھوڑ کر بیٹھا رہے۔ نہ خود جہاد کرے۔ نہ دوسروں کو کرنے دے۔ بلکہ امام وہ ہے جو ملک کی ضرورت کو پورا کرے۔ اور راہِ خدا میں جہاد کرے۔ گویا اُن کا مطلب یہ تھا۔ کہ آپ امام نہیں۔ جناب زید کا یہ مکالمہ ایسا سخت تھا۔ کہ امام علیہ السلام کو ان سے ترکِ تعلق کر لینا چاہیئے تھا۔ مگر نہیں آپ نے عفو فرمایا۔ اور جب زید کوفہ جانے لگے۔ تو آپ اُن کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور آبدیدہ ہو کر ان کو وداع کیا۔ [1]

۲۔ دشمن سے سلوک و عیادت:۔ ایک روز آپ ایک کوچہ سے گزر رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا۔ کہ سرِ راہ درد سے کراہ

---

[1] ضمیمہ نور ص ۸۶

رہا ہے۔ آپ اُس کے قریب تشریف لے گئے۔ یہ شخص بنی اُمیہ میں سے تھا۔ اور چند روز قبل آپ کی شان میں گستاخانہ کلام کر چکا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ اے شخص تیری کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ وہ شرمندہ سا ہو کر کہنے لگا۔ یا ابن رسولؐ اللہ۔ میں بیمار ہوں۔ طبیب نے آب انار میرے لئے تجویز کیا ہے۔ انار خریدنے جا رہا تھا۔ کہ کمزوری کے باعث میں راہ میں گر پڑا۔ فرمایا۔ میں ابھی تیرے لئے انار لاتا ہوں۔ آپ فوراً بازار تشریف لے گئے اور دو انار خرید کر کے اس کے پاس پہنچے۔ اور اپنے ہاتھ سے انار کے دانے نکال نکال کر اُسے کھلانے لگے۔ جب اُس کے ہوش بجا ہوئے تو فرمایا۔ اے شخص چل میں تجھے تیرے گھر تک پہنچا آؤں۔ چنانچہ آپ اس کا بازو پکڑ کر اُس کے گھر تک لے گئے۔ وہ یہ شفقت دیکھ کر قدموں پر گر پڑا۔ اور اپنی سابقہ گستاخی کی معافی مانگنے لگا۔ [1]

۷۔ مہمان نوازیٔ مسافر :۔ فیض بن مظہر بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں امام محمدؐ باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ کو

---

[1] ضمیمہ نور صہ ۹۱

ملول پایا۔ میں نے سبب پوچھا۔ فرمایا ایک یمنی مسافر کل
شام یہاں وارد ہوا۔ اور یہ کہہ کر چلا گیا۔ کہ میں اپنے ایک
عزیز سے ملنے جاتا ہوں۔ اور تھوڑی دیر بعد واپس آتا ہوں
میں تمام رات اُس کے انتظار میں بیدار رہا۔ وہ نہ آیا۔ صبح
سے دوپہر تک انتظار کیا۔ وہ نہ آیا۔ میں نے اُس کے انتظار
میں اب تک ایک لقمہ منہ میں نہیں رکھا۔ اے فیض تم جاؤ اور
اس کو تلاش کرو۔ فیض کہتا ہے۔ میں تلاش کے لئے نکل پڑا۔
گلی کوچہ چھان مارا۔ کہیں اُس کا پتہ نہ چلا۔ مایوس واپس
ہو رہا تھا کہ ایک راہ سے اُسے گزرتا پایا۔ میں نے اس کا
ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اے شخص تو بڑا لاابالی انسان ہے۔ امام
محمد باقر علیہ السلام نے تیرے انتظار میں دو وقت سے
کھانا نہیں کھایا۔ وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگا۔ میرے ایک
عزیز نے مجھے روک لیا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ امام علیہ السلام
ایسے مہمان نواز ہیں۔ اب میں جا کر اپنے قصور کی معافی
چاہتا ہوں۔ وہ شخص میرے ساتھ امام علیہ السلام کی
خدمت میں پہنچا۔ حضرت اُسے دیکھتے ہی خوش ہو گئے۔
گلے سے لگایا۔ اور احوال پرسی کی۔ اُس نے اپنا حال
بیان کر کے اپنے قصور کی معافی چاہی۔ حضرت نے فرمایا
اگر میری خوشی چاہتے ہو۔ تو اب میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اُس

نے منظور کیا۔ اور امام علیہ السلام نے دو وقت کے فاقہ کے بعد تیسرے وقت اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ ؎۱

۸۔ عیادت مرضیٰ و صلہ رحمی :۔ جناب زید بن علیؑ بن الحسینؑ

اور جناب زید بن حسنؑ مثنیٰ وغیرہ خاندانی حضرات امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے اکثر ناخوش رہتے تھے۔ کیونکہ آپ اُن کی سوء تدبیر سے اختلاف ظاہر کیا کرتے تھے۔ دوسرے وہ لوگ چاہتے تھے کہ جو اوقاف امام علیہ السلام کے پاس ہیں۔ اُن کو اپنے قبضہ میں لے لیں۔ نیز یہ کہ لوگ اُن کے روحانی اقتدار کو بھی اس طرح تسلیم کریں جس طرح امام محمدؑ باقر علیہ السلام کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے کبھی قطع تعلق نہیں کیا۔ صلۂ رحم کی جو بہترین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ وہ ہمیشہ عمل میں لاتے رہے۔ ایک بار جناب زید آپ کی خدمت میں آئے اور دشمنانِ اہلبیتؑ پر اپنے خروج کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے سخت مخالفت کی۔ زید ترش رو ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کچھ ناروا الفاظ بھی کہہ بیٹھے۔ امام ع

؎۱ ضمیمہ نور ص ۹۵

خاموش رہے۔ چند روز بعد معلوم ہوا۔ کہ زید بیمار ہیں۔ آپ فوراً اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ زید سمجھتے تھے کہ حضرت اُن کے یہاں ہرگز نہیں آئینگے جب امام علیہ السلام کو آتا دیکھا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور اپنے سابقہ قصور کی معذرت کی۔ [1]

امام محمد باقر علیہ السلام

۹۔ غلاموں سے سلوک و آزادی :- امام محمد باقر علیہ السلام

اپنے غلاموں پر حد درجہ شفیق تھے۔ غلام اس تمنا میں رہتے تھے۔ کہ حضرت ہم سے خدمت فرمائیں۔ لیکن آپ حتی الامکان اپنے کام خود انجام دیتے تھے۔ پہلے کھانا غلاموں اور کنیزوں کو کھلا دیتے تھے۔ تب آپ نوش فرماتے تھے۔ اچھا کھانا ان کو دیتے تھے۔ معمولی کھانا آپ کھاتے تھے۔ غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے ذرا سا بہانہ کافی ہوتا تھا۔ کبھی آپ نے کسی غلام سے بہ سختی کلام نہیں کیا۔ کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ [2]

۱۰۔ نصائح اخلاق :- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت[3] نے اپنے صاحبزادے

---

[1] ضمیمہ نور صفحہ ۱۰۱ و [2] صفحہ ۱۰۳

سے ارشاد فرمایا کہ خداتعالےٰ نے تین باتیں تین چیزوں
میں چھپا رکھی ہیں۔ اپنی خوشی کو اپنی طاعت میں چھپایا۔
پس تم اُس کی طاعت سے کسی بات کو حقیر نہ جانو شاید اسی
میں اُس کی رضا ہو۔ اپنے غضب کو اپنی معصیت میں پوشیدہ
رکھا ہے۔ اب اُس کی نافرمانی کی کسی بات کو معمولی نہ سمجھو۔
ممکن ہے کہ اُسی میں اُس کا غضب چھپا ہو۔ اور اپنے دوستوں
کو اپنی مخلوق میں چھپایا ہے۔ پس اُس کے بندوں میں سے کسی
کو حقارت سے نہ دیکھو۔ شاید وہی خدا کا دوست ہو۔[1]

---

[1] تاریخ آلائمہ صـ ۱۴۱ بحوالہ اتحاف صـ ۹۳

جدول حالات حضرت امام جعفر صادقؑ

علیہ السلام

امام ششم

اسم مبارک	جعفرؑ
کنّیت	ابو عبد اللہ - ابو موسیٰ - ابو اسمٰعیل -
القاب	صادق - صابر - فاضل - طاہر وغیرہ
والد بزرگوار	حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام
والدہ ماجدہ	ام فردہ بنت قاسم بن محمّد بن ابی بکر
روز ولادت	جمعتہ المبارک بقولے دوشنبہ
تاریخ ولادت	۱۷ ربیع الاول سنہ ۸۳ھ (سنہ ۷۰۲ء)
مقام ولادت	مدینہ منورہ
ولادت کے وقت بادشاہ	عبد الملک بن مروان

بی بیوں کے نام	فاطمہؑ - حمیدہؑ -
لڑکوں کے نام	امام موسیٰ کاظمؑ - اسمٰعیل - اسحاق - محمدؐ - علی - عباس - عبداللہ -
لڑکیوں کے نام	اُم فردہ - فاطمہ - اسماء
روز وفات	دوشنبہ
تاریخ وفات	۱۵ ر شوال ۱۴۸ھ (۷۶۵ء)
مقام دفن	مدینہ منورہ - جنّت البقیع
سبب وفات	عباسی خلیفہ منصورؔ دوانیقی نے زہر دلوایا -
مدّتِ زندگی	۶۵ سال
مدّتِ امامت	۳۴ سال
نقشِ نگین	انت ثقتی فاعصمنی من خلقك یا اللہ ولی الغنی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اخلاقِ کریمانہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے

۱۔ حلم و عفو:۔ اخلاقِ کریمانہ کا یہ عالم تھا۔ کہ لوگوں کی بڑی بڑی غلطیوں کو فوراً معاف کر دیتے اور سخت نقصان کے موقع پر بھی شفقت اور درگذر سے کام لیتے۔

ایک دفعہ حضرت کی کوئی لونڈی بڑے پیالے میں کھانا حضرت کے پاس لانے لگی۔ تو وہ پیالہ اُس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔ اور سب کھانا حضرت پر اور حضرت کے اصحاب پر گر پڑا۔ جس سے سب کے بدن اور کپڑے خراب ہو گئے۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ لونڈی کانپنے لگی۔ مگر حضرت نے اُس سے فرمایا۔

انت حرة لوجه الله تعالیٰ لعله ان یکون کفارة للروع الذی اصابک ۔

ترجمہ: جا تو خدا کی خوشنودی کے لئے آزاد کر دی گئی۔ شاید تیرا آزاد کر دینا ہی اس رعب و خوف کا کفّارہ ہو جائے۔ جو اس وقت تجھ پر طاری ہو گیا ہے۔ [۱]

[۱] تاریخ آلائمہ صنہ۳ بحوالہ مجانی الادب ج ا ص ۶۷

۲ - اسی طرح حضرت کا کوئی غلام کھڑا ہو کر حضرت کے ہاتھوں پر پانی گرا رہا تھا - دفعتہً لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر طشت میں آ پڑا۔ جس سے چھینٹیں اُڑ کر حضرت کے منہ پر پڑ گئیں۔ اس پر حضرت اس غلام کا منہ تکنے لگے - غلام نے کہا - اے مولا - اللہ حکم دیتا ہے کہ غصہ کو پی جانا چاہیئے - حضرت نے فرمایا - میں نے تجھے معاف کیا - تب اُس نے کہا - واللہ یحب المحسنین اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے - حضرت نے فرمایا - جا میں نے تجھے خدا کی خوشی کے لئے آزاد کر دیا - [۱]

۳ - شفقت :- حضرت غلاموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ اُن کی خطاؤں سے ہمیشہ چشم پوشی کرتے تھے - ایک مرتبہ کسی غلام کو ایک کام کے لئے بھیجا - جب واپسی میں دیر ہوئی - تو آپ اُس کی تلاش کو نکلے - دیکھا کہ ایک مقام پر سو رہا ہے - بجائے اس پر خفا ہونے کے پنکھا جھلنے لگے - وہ بیدار ہوا - تو نہایت نرمی سے اُسے فرمایا - اے شخص تیری یہ کیا عادت ہے کہ دن میں تو سوتا ہے - اور رات کو بھی - خدا نے دن کام کے لئے بنایا ہے اور

---

[۱] مجانی الادب ج ۱ ص ۶۹

رات سونے کے لئے - [1]

۴ - ایک مرتبہ آپ کا ایک غلام بیمار ہُوا - آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے - اس کے سر میں درد تھا - جس سے وہ کراہ رہا تھا - فرمایا - تجھ کو کیا تکلیف ہے - اُس نے کہا دردِ سر بہت زیادہ ہے - حضرت اُس کا سر دبانے لگے - وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا - اور عرض کی - یا ابن رسولؐ اللہ - مجھے اس تکلیف سے زیادہ یہ تکلیف ہے کہ آپ زحمت فرما رہے ہیں مجھے کسی طرح یہ گوارا نہیں - دوسرا غلام قریب کھڑا تھا - اُس نے چاہا - کہ حضرت کی بجائے وہ اس کا سر دبائے - لیکن حضرت نے منظور نہ فرمایا - اور کہا اے شخص مجھ کو ایک اجرِ عظیم سے کیوں محروم کرنا چاہتا ہے - [2]

۵ شفقت علے الخلق :- ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے وکیل معتب سے فرمایا - مدینہ میں غلہ روز بروز گراں ہوتا جا رہا ہے - ہمارے یہاں بھلا کتنا غلہ ہوگا - اُس نے عرض کی - ہمیں قحط کا خوف نہیں - ہمارے پاس کافی غلّہ ہے - فرمایا اس کو فروخت کر ڈالو - اُس نے کہا - اس وقت بیچنا مصلحت

---

[1] ، [2] ضمیمہ نور صد ۱۰۲

نہیں۔ پھر ملنا دشوار ہو جائے گا۔ فرمایا کچھ پرواہ نہیں۔ جو حال اوروں کا ہو گا وہی اپنا ہو گا جب سارا غلہ فروخت ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اب ہر روز اوروں کی طرح تم بھی خرید کیا کرو۔ اور نصف گندم اور نصف جَو ملا کر روٹی پکایا کرو۔

اگرچہ گیہوں اتنا ہے کہ کافی ہو سکتا ہے۔ مگر دوسروں کی ہمدردی یہی ہے کہ ان کے ساتھ خود بھی تکلیف اُٹھائی جائے۔ چند روز بعد گرانی اور زیادہ ہو گئی۔ آپ نے وہ سب روپیہ فقراء اور مساکین کو تقسیم کر دیا۔ اب نوبت یہ ہوئی کہ فاقے ہونے لگے۔ معتب کہتا ہے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہؐ۔ اگر آپ غلہ فروخت نہ کرتے۔ تو یہ مصیبت نہ آتی۔ فرمایا۔ اے معتب ہم کو دوسروں کی تکلیف کا احساس پھر کیسے ہوتا۔ اے معتب ہم ہر حالت پر قناعت اور ہر مصیبت پر شکر کرنے والے ہیں۔ [1]

۶۔ **صلۂ رحمی:۔** کتاب کافی میں منقول ہے کہ جناب عبداللہ محض نے ایک بار صبح کے وقت کچھ سخت کلامی کی۔ آپ نے صبر سے کام لیا۔ اور اُن کی کسی

---

[1] ضمیمہ نور صد ۱۰۸

بات کا جواب نہ دیا۔ شام کو جب پھر اُن سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے ارشاد فرمایا۔ اے ابو محمدؐ تم جانتے ہو کہ صلۂ رحم کرنا باعث تخفیف عذاب ہے۔ اُنھوں نے کہا۔ تم ہمیشہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہو۔ جن کو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ فرمایا میرے اس قول پر کلام خدا شاہد ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یخشون ربھم و لا یخافون یوم الحساب۔ عبداللہ محض یہ سُن کر قائل ہو گئے اور کہنے لگے۔ اب آپ مجھے کبھی قاطع رحم نہ پائینگے۔ [1]

۷۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو آپ کے گرد عزیز و اقارب جمع تھے اور آپ ہر ایک کو کچھ مال دینے کی وصیت فرما رہے تھے۔ منجملہ ان کے اپنے چچازاد بھائی حسن افطس کو بھی ستّر دینار دینے کا حکم دیا۔ ایک غلام نے عرض کی۔ افطس کے متعلق آپ ایسی وصیت فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہی شخص ہے۔ جو آپ کے قتل کے ارادہ سے خنجر لے کر چڑھ آیا تھا۔ یہ سُنتے ہی آپ کو غصہ آ گیا۔ اور فرمایا۔ کیا تو یہ چاہتا ہے۔ کہ میں صلۂ رحم نہ کروں۔

---

[1] ضمیمہ نور صـ۱۰

اور ان لوگوں میں شامل نہ ہوں۔ جن کی تعریف خدا نے یوں فرمائی ہے۔ والذین یصلون ما امر اللہ بہ الخ آگاہ ہو کہ حسن افطس کے لئے عطائے مال کی وصیت اس لئے کرتا ہوں کہ حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عاق اور قاطع رحم دونوں بہشت کی بُو نہ سُونگھیں گے۔ جو دو ہزار سال کی راہ تک پہنچتی ہے۔[1]

۸۔ **مہمان نوازی:۔** امام جعفر صادق علیہ السلام مہمانوں کی خاطر مدارات اس قدر فرماتے تھے۔ کہ لوگ حیرت میں رہ جاتے تھے۔ آپ کا دستر خوان کبھی مسافروں اور مسکینوں سے خالی نہ تھا۔ اور حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ کی طرح بغیر مہمان کبھی تنہا کھانا نہ کھاتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک لقمہ جو برادر مومن میرے ساتھ کھائے۔ میرے نزدیک ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔[2]

۹۔ محمد بن زید شحام ناقل ہیں۔ کہ ایک رات میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہاں مہمان ہوا۔ صبح کو آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ زادِ راہ تمہارے پاس کیا ہے۔ میں نے جو کچھ تھا۔ بیان کیا۔ فرمایا۔ شاید یہ کم ہو۔ اس کے

---

[1] و [2] ضمیمہ نور ص۱۰۰ تا ص۹۶

بعد دو اشرفیاں اور بیس درہم عطا فرمائے۔ میں وہ لے کر رخصت ہوا۔ لیکن اتفاق سے اس روز روانہ نہ ہو سکا۔ حضرت کو میرے قیام کی خبر لگی تو بُلوا بھیجا۔ اور فرمایا۔ تم لوٹ کر میرے یہاں کیوں نہ آئے۔ جب تک مدینہ میں رہو۔ میرے مہمان رہو۔ اور جس چیز کی ضرورت ہو۔ شوق سے بلا تامل کہہ دیا کرو۔ میں نے عرض کی۔ مجھے دودھ سے زیادہ رغبت ہے۔ فوراً ایک دودھ دیتی ہوئی بکری مجھے عطا فرمائی۔ اور ایک دُعا تعلیم فرما کر کہا۔ کہ ماہِ رجب میں ہر نماز کے بعد اسے پڑھا کرو۔ [1]

۱۰۔ ایک بار آپ کے دسترخوان پر کچھ مہمان کھانا کھا رہے تھے۔ کہ کسی کو کوئی ضرورت پیش آئی۔ کوئی غلام سامنے نہ تھا۔ ایک مہمان نے اُٹھ کر چاہا۔ کہ اس کام کو سرانجام دے۔ حضرت نے اُسے روکا۔ اور خود اُٹھ کر اس کام کو سرانجام دیا اور فرمایا۔ ہمارے جدّ رسولؐ خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ میزبان کو لازم ہے۔ کہ اپنے مہمانوں سے کسی قسم کی خدمت نہ لے۔ [2]

۱۱۔ ایک مرتبہ آپ دوپہر کا کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک

---

[1]، [2] ضمیمہ نور صـ ۹۶، صـ ۹۷

شخص آپ کے قریب آگیا۔ مگر اُس نے آپ کو سلام نہ کیا۔ آپ نے اس سے کھانے کو فرمایا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کی۔ چونکہ اس شخص نے عمداً اسلام نہیں کیا۔ لہٰذا اس کو کھانے پر بُلانے کی ضرورت نہ تھی۔ فرمایا۔ یہ عراق کی فقہ ہے اس سے بُخل کی بُو آتی ہے۔[۱]

۱۲۷۔ رحم و کرم:۔ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک روز گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ راہ میں آپ نے ایک شخص کو بیٹھے دیکھا۔ اُس نے حضرت کو سلام کیا۔ اور حسرت بھری نظر آپ پر ڈالی۔ آپ گھوڑے سے اُتر پڑے۔ اور اُس کا حال دریافت کیا۔ اُس نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ۔ میں مرد مسافر ہوں۔ پیادہ چلتے چلتے تھک گیا ہوں۔ اب چلنے کی طاقت نہیں۔ آپ مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کر لیجیئے اور مجھے فلاں قبیلہ تک پہنچا دیجیئے۔ وہاں میرے کچھ رشتہ دار ہیں۔ ان سے سواری لے کر اپنے گھر چلا جاؤنگا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ گھوڑا موجود ہے۔ شوق سے سوار ہو اور جہاں دل چاہے چلا جا۔ اُس نے شکریہ ادا کیا۔ اور کہنے لگا۔ میں بہت جلد اس کو واپس بھیج دوں گا۔ فرمایا۔ واپس کرنیکی

[۱] ضمیمہ نور ص۹۷

ضرورت نہیں۔ یہ میں نے تجھی کو دے دیا۔ [1]

۱۳۔ عفو و کرم :۔ ایک حاجی مدینہ میں آیا۔ اور مسجد رسولؐ میں سو گیا۔ جب بیدار ہوا۔ تو اُس کو وہم ہوا۔ کہ ہزار دینار کی تھیلی جو اُس کے ساتھ تھی کسی نے اُٹھالی۔ اِدھر اُدھر دیکھا کسی کو نہ پایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اُس وقت مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ شخص آپ کو پہچانتا نہ تھا۔ آپ کے پیچھے پڑ گیا۔ کہ تم ہی نے میری تھیلی لی ہے۔ فرمایا۔ کہ اس میں کیا تھا۔ اُس نے کہا۔ ایک ہزار اشرفی۔ یہ سُن کر آپ مسجد سے دولت سرا میں تشریف لائے اور ایک ہزار اشرفی اُسے لا کر دی۔ وہ شخص ان اشرفیوں کو لے کر اپنے مقام پر واپس آیا۔ یہاں وہ تھیلی موجود پائی۔ اُلٹے پاؤں واپس ہوا۔ اور معذرت کر کے ان اشرفیوں کو واپس کرنا چاہا۔ حضرت نے فرمایا۔ جو دے چکے وہ دے چکے۔ اب واپس نہ لیں گے۔ وہ مرد اجنبی آپ کی یہ عالی ظرفی اور عفو و کرم دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کسی سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں۔ اُس نے کہا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ یہ سُن کر وہ قدموں پر گر پڑا۔ اور عرض کی یا ابن رسول اللہؐ

---

[1] ضمیمہ نور صـ ۹۲

میرا قصور معاف فرما دیجیئے۔ میں مقروض تھا۔ یہ قرض کا روپیہ قرضخواہ کو دینے جا رہا تھا۔ اس لئے اُس کی گمشدگی کے خیال نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ جا میں نے معاف کیا۔ ؎۱

۱۴۔ عفو:۔ سفیان ثوری بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپ کا چہرہ متغیر تھا۔ میں نے وجہ پوچھی۔ فرمایا۔ میں نے کہا تھا۔ کہ کوئی کوٹھے پر نہ چڑھے۔ اس وقت گھر میں گیا۔ تو دیکھا کہ ایک کنیز جو بچّہ کی پرورش پر مقرر تھی۔ اس کو گود میں لئے زینہ سے اُوپر جا رہی ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ ایسی خائف ہوئی کہ بچّہ اُس کی گود سے گر پڑا۔ اور مر گیا۔ مجھے بچّہ کے تلف ہونے کا اتنا رنج نہیں۔ جتنا اس بات کا ہے۔ کہ میرا اتنا رعب کنیز پر کیوں ہوا۔ پھر تین بار اس کنیز سے فرمایا۔ تو ذرا مت ڈر۔ میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ ؎۲

۱۵۔ عیادت غلاماں:۔ ایک دفعہ آپ کا ایک غلام بیمار ہوا۔ آپ دونوں وقت اُس کی عیادت کے لئے تشریف لاتے۔ اور دوا وغیرہ اپنے ہاتھ سے پلاتے۔ اس

؎ ضمیمہ نور ص۸ ، ؎۲ ص۸۳

نے کہا۔ یا ابن رسول اللہ۔ میری اس بیماری نے آپ کو زحمت میں ڈالا۔ فرمایا۔ خدا تجھ کو جلد صحت عطا کرے۔ مجھے کوئی زحمت نہیں۔ بلکہ تیری عیادت اور خدمت سے مجھے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ [۱]

۱۶۔ **پوشیدہ حفاظتِ غربا:۔** جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ کچھ رات گزرے جب اچھی طرح چاروں طرف تاریکی پھیل جاتی تھی تو روٹیاں اور خشک گوشت بورے میں بھر کر دوشِ مبارک پر رکھتے اور کچھ نقدی پاس رکھ لیتے اور یکہ و تنہا درِ دولت سے نکل کر فقراء و مساکین کے محلوں میں جاتے اور وہ تمام و کمال اشیاء اُن پر تقسیم فرما دیتے اور اُن کو مطلق خبر نہ ہوتی تھی کہ یہ چیزیں اُن کو کون دے گیا ہے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا اور وہ روزینہ اُن کا بند ہو گیا۔ اُس وقت اُن غریبوں نے جانا کہ وہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام تھے جو قوت لایموت ہمارے بے طلب خود ہمارے گھروں پر پہنچا دیا کرتے تھے۔ [۲]

۱۷۔ ابو جعفر خثعمی بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو ایک مرتبہ جنابِ امام

---

[۱] ضمیمہ نور صفحہ، [۲] آثار جعفریہ صفحہ ۹۰

جعفر صادق علیہ السلام نے ایک کیسۂ زر عطا کیا کہ فلاں مردِ ہاشمی کو دے آ۔ اور ایک فرضی نام بتا دیا کہ اُس سے کہہ دینا کہ یہ رقم تجھے اُسی شخص نے دی ہے۔ میں نے اُسے حسب الحکم وہ کیسۂ زر پہنچا دیا۔ اور اُس فرضی شخص کا نام بھی اُسے کہہ دیا۔ تو وہ مردِ ہاشمی اُس فرضی نام والے کا بہت ممنون ہوا۔ اور کہنے لگا کہ حق تعالےٰ اُسے جزائے خیر دے۔ وہ ہمیشہ ہمیں مال بھیجتا ہے۔ جسے ہم سال آئندہ تک صرف کیا کرتے ہیں۔ مگر امام جعفر صادق علیہ السلام باوجود کثرتِ مال کے ہم سے کوڑی کا بھی سلوک نہیں کرتے۔ [1]

فضل ابن مرہ سے منقول

۱۸ - **پوشیدہ صلۂ رحمی:** ہے کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اپنی ردائے مبارک بچھائے ہیں اور اُس پر رقوم کی تھیلیاں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ اپنے دستِ مبارک سے ایک ایک تھیلی اُٹھاتے جاتے ہیں اور خادم کو دے دے کر کہتے جاتے ہیں۔ یہ فلاں شخص کو دینا اور یہ فلاں

---

[1] آثارِ جعفریہ صفحہ ۹۰

آدمی کے حوالہ کرنا اور کہنا کہ یہ مال تمہارے لئے عراق سے آیا ہے۔ جب وہ خادم وہ مال اُن لوگوں کو دے کر واپس آئے۔ تو کہنے لگے کہ وہ سب لوگ آپ کی شکایت کرتے تھے۔ یہ سُن کر آپ سجدہ میں جُھک گئے اور فرمانے لگے :-

اللھم اذل رقبتی لولد ابی۔

خداوندا۔ میری گردن کو میرے باپ کی اولاد کے لئے جُھکا دے کہ اُن کی زبان سے اپنی مذمت سُنوں اور دم نہ ماروں۔[1]

---

[1] آثار جعفریہ صفحہ ۹۰

جدول حالات حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

علیہ السلام

امام ہفتم

اسم مبارک	موسیٰؑ
کنّیت	ابوالحسن - ابو سمعیل - ابو العلی - ابوابراہیم -
القاب	کاظم - ثقّہ - وغی - عالم - صابر - امین - عبدالصالح - نفس زکیہ - زین المجتہدین - زاہر - باب قضاء الحوائج گنج عنداللہ -
والد بزرگوار	امام جعفر صادق علیہ السلام
والدہ ماجدہ	حمیدہ خاتون بربریہ المعروفہ بہ حمیدہ مصفاۃ
روز ولادت	یکشنبہ یا بقولے سہ شنبہ
تاریخ ولادت	۷ر صفر المظفر ۱۲۸ھ (سنہ ۷۴۵ء)
مقام ولادت	وادیٔ ابوا درمیان مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ
ولادت کے وقت بادشاہ	ابراہیم بن ولید یا ہشام

بی بیوں کے نام	نجمہ والدہ ماجدہ جناب امام رضا و دیگر
لڑکوں کے نام ۱۹	امام علی الرضا علیہ السلام - ابراہیم - عباس - قاسم - اسمٰعیل - جعفر - ہارون - حسن - احمد - محمد - حمزہ - عبداللہ - اسحاق - عبید اللہ - زید - حسن - فضل - حسین - سلیمان -
لڑکیوں کے نام ۱۸	فاطمہ کبریٰ - فاطمہ صغریٰ - رقیہ - حلیمہ - رقیہ صغریٰ - کلثوم - ام جعفر - لُبابہ - زینب - خدیجہ - علیہ - آمنہ - حسنہ - بریہتہ - ام سلمہ - میمونہ - ام کلثوم - ام ابیہا
روز وفات	جمعۃ المبارک بوقت چاشت یا عصر
تاریخ وفات	۲۵ رجب سنہ ۱۸۳ھ (سنہ ۷۹۹ء)
مقام دفن	کاظمین (عراق)
مدت زندگی	۵۵ سال
مدت امامت	۳۵ سال
نقش نگین	حسبی اللہ یا العزۃ للہ یا کن من اللہ علی حذر

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ

۱۔ دشمن سے حُسن سلوک :۔ روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھتیجہ علی یا محمد ابن اسمٰعیل کو حکومتِ وقت نے جو امام علیہ السلام کی سخت مخالف تھی بغداد بُلایا۔ یہ بھتیجہ بھی آپ کا شدید مخالف تھا۔ حکومت چاہتی تھی کہ آپ کے اس بھتیجہ کو اپنا آلہ کار بنا کر مطلب براری کرے۔ علی روانہ ہونے سے قبل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے برادر زادہ کہاں جانے کا ارادہ ہے کہنے لگا۔ کہ چونکہ سخت مقروض ہو چکا ہوں۔ اور مفلوک الحالی بڑھ گئی ہے۔ اس لئے بغداد جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم بغداد نہ جاؤ۔ میں تمہارا قرض ادا کردونگا۔ اور تمہارے اخراجات کا بھی کفیل ہو جاؤں گا۔ علی نے امداد لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ مجھے کچھ وعظ و نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ میری نصیحت تمہارے لئے یہ ہے کہ خدا کا خوف دل میں رکھنا۔ اور اپنے ہاتھوں کو میرے خون سے رنگین نہ کرنا۔ اور میری

اولاد کو یتیم اور میری ازواج کو بیوہ نہ کرنا۔ اس نے بار بار یہی سوال کیا۔ اور آپ اُسے بار بار یہی جواب دیتے رہے۔ پھر آپ نے اُسے تین سو دینار اور چار ہزار درہم عطا فرمائے۔ جب وہ وہاں سے چلا گیا۔ تو آپ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "خدا کی قسم۔ یہ میرے خون سے اپنے دامن کو رنگین کرنے کی کوشش کریگا۔ حاضرین نے عرض کی۔ "یا مولا۔ جب آپ جانتے ہیں۔ کہ اس کے ایسے خیالات ہیں تو پھر آپ نے اس پر یہ احسان کیوں کیا ہے؟" آپ نے فرمایا۔ میرے آباء طاہرین نے جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ جو شخص اپنے قرابتی پر احسان کرے اور وہ اس کے مقابلہ میں بدی سے پیش آئے۔ اور یہ شخص پھر بھی اس سے اپنے احسان کو قطع نہ کرے تو حق تعالےٰ اپنی رحمت کو اس سے قطع کر کے اُسے اپنے عذاب شدید میں مبتلا کرتا ہے۔"

غرضیکہ جب علی بغداد پہنچا۔ تو یحیٰی برمکی وزیر سے ملا۔ یہ وزیر بھی امام علیہ السلام کا سخت دشمن تھا۔ اس نے اسے سمجھا بڑھا کر دربار شاہی میں پیش کر دیا۔ علی نے کہا۔ "اے امیر! میں نے ایک زمانہ اور ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں دیکھے۔ آپ یہاں خلیفہ ہیں۔ اور مدینہ

منورہ میں موسیٰ کاظمؑ خلافت کر رہے ہیں۔ اِرد گرد کے شہروں سے مال کثیر ان کے پاس آرہا ہے۔ اور وہ اس روپیہ سے ہتھیار اور سامان جنگ مہیا کر رہے ہیں۔"

بادشاہ کے حکم سے اُسے دس ہزار درم بطور انعام دیئے گئے۔ اُس نے اس مال سے ابھی کچھ فائدہ حاصل نہ کیا تھا۔ کہ وہ مر گیا۔ اور وہ روپیہ سب کا سب خزانہ شاہی میں داخل کر دیا گیا۔ [۱]

۲۔ خوفِ خدا:۔ آپ رات بھر خدا کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اِسی سبب سے آپ کا لقب عبد الصالح پڑ گیا تھا۔ کثرت سجود سے آپ کی پیشانی مبارک اور بینیٔ اقدس پر گھٹے پڑ گئے تھے۔ خوفِ الٰہی سے اس قدر گریہ فرماتے تھے کہ ریش مقدس اشکوں سے تر ہو جایا کرتی تھی اور تنِ اطہر میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا۔

۳۔ خدا کی یاد پر اس قدر بھروسہ تھا۔ کہ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے۔ تو ایک یہودی طبیب عیادت کے لئے حاضر خدمت ہُوا۔ اور عرض کیا۔ "اگر حکم ہو تو کوئی دوا یا غذا موافق مزاج تجویز کروں"۔ آپ نے فرمایا۔ "ذرا ٹھہرو۔ میرا

---

[۱] جلاء العیون۔ بحر الجواہر۔ مظاہر الادیان ج اول

ایک ساتھی ہے۔ میں اس سے بھی مشورہ کرلوں" طبیب نے عرض کی۔ "بہت بہتر" اس وقت آپ نے ایک قطعہ رُو بقبلہ ہو کر نہایت ذوق و شوق میں پڑھنا شروع کیا۔ وہ ابھی پڑھ ہی رہے تھے کہ عرقِ صحت جسمِ اطہر پر نمودار ہُوا۔ اور مرض بالکل زائل ہوگیا۔ وہ اشعار حسب ذیل ہیں :۔

انت مرضتنی و انت طبیبی
فتفضل بنظرةٍ یا حبیبی
وسقنی من شراب ودّک کاساً
ثم زدنی حلاوة التقریبی

میرے اللہ تو نے مرض دیا ہے اور تو ہی میرا طبیب ہے
اے میرے حبیب۔ فضل کی نظر کر
اپنی محبّت کی شراب کا جام پلا
پھر میرے دل میں حلاوت قرب کو زیادہ کر

اس کیفیت کے مشاہدہ پر اس نے عرض کیا۔" اے مولا میرا خیال یہ تھا۔ کہ آپ علیل ہیں۔ لیکن اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں خود بیمار ہوں۔ اب آپ مجھے تندرست بنائیں۔ آپ نے فرمایا۔" سچے دل سے کلمہ طیبّہ پڑھو"۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور مسلمان ہوگیا۔

۴۔ سخاوت وحاجت روائی :۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی سائل آپ کے سامنے آیا۔ قبل اس کے کہ وہ دستِ سوال پھیلائے آپ عطا فرماتے۔ رات کے وقت بوری میں کھانے کی چیزیں بھر کر مستحقین پر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اور انہیں درہم و دینار عطا فرماتے۔ اس کثرت عطا و بخشش کے سبب عراق میں آپ "خدا کی طرف سے حاجتوں کو پورا کرنے والے" مشہور ہو گئے تھے۔

ابن صباغ المالکی فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ میں لکھتے ہیں :۔

"جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ سخی ہاتھ والے اور بزرگ نفس والے تھے۔ آپ فقراء اہل مدینہ کے حال پر مہربانی فرماتے۔ اور ان کے گھروں میں درہم و دینار اور کھانا وغیرہ بھیجتے۔ اور اُن لوگوں کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ یہ کہاں سے آتا ہے۔ اور یہ راز اُن پر اُس وقت کھلا جبکہ امام علیہ السلام وفات پا گئے"۔

۵۔ حلم :۔ حلم کا یہ حال تھا۔ کہ آپ پر کوئی کیسا ہی ظلم وستم

کرتا آپ درگذر فرماتے۔ اور اپنے غصّہ کو ضبط فرماتے۔ اسی وجہ سے آپ کو کاظم کہتے۔ ایک شخص نے آپ کو ایذا پہنچائی۔ آپ نے صبر فرمایا۔ اور ایک ہزار دینار اُسے عطا فرمائے۔

۶۔ غُربا پروری :۔ آپ نے نصیحت فرمائی کہ شیعہ غرباء کو نظرِ حقارت سے نہ دیکھو۔

"شیعیان علیؑ کے فقیروں کو حقیر نہ سمجھو۔ قیامت کے روز ان میں کا ایک ایک آدمی اتنے شخصوں کی شفاعت کرے گا۔ جتنے کے عرب کے دو بڑے قبیلہ ربیعہ اور مُعز کی تعداد ہے۔" [۱]

۷۔ ادب والدین :۔ اپنے والدین کی تعظیم و تکریم بجالانے کی ہدایت ان الفاظ میں فرمائی :۔

"والدین کا نام لے کر مت پکارو۔ بلکہ ماں اور باپ کہہ کر پکارو۔ اُن کے آگے مت بیٹھو۔ بلکہ اُن کے پیچھے بیٹھو۔ اور ایسے کام نہ کرو۔ جس کے باعث تمہارے والدین کو کوئی بُرا کہے۔" [۲]

۸۔ حرام سے پرہیز :۔ آپ حرام مال سے بچنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ کہ حرام مال میں کبھی

---

[۱] و [۲] ترجمہ عین الحیاۃ

ترقی نہیں ہوتی - اور نہ اس میں خیر و برکت ہے -
فرماتے ہیں :-

"حرام مال بڑھتا نہیں - اگر بڑھے بھی تو اس میں برکت نہیں ہوتی - اسے اگر راہِ خدا میں صرف کیا جائے - ثواب نہیں ملتا - اگر پیچھے باقی رہ جائے - توشۂ جہنم بنتا ہے -" [۱]

۹ - صحبتِ بد سے اجتناب :- بُرے آدمی کی صحبت سے بچنے کے متعلق آپ نے مندرجہ ذیل ہدایات فرمائیں :-

"حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا - کہ بُرا مصاحب اپنے ہمنشین کو اپنے درد میں مبتلا کر دیتا ہے اور بُرا ہمنشین آدمی کو ہلاک کر دیتا ہے - پس چاہیئے کہ خوب دیکھ لو - کہ کیسے آدمی کے پاس بیٹھتے ہو -" [۲]

۱۰ - اصلاحِ نفس :- اصلاحِ نفس کے متعلق فرماتے ہیں :-

"جو شخص ہر روز اپنے اعمال کا محاسبہ نہ کرے -

---

[۱] ، [۲] ترجمہ عین الحیات

وہ ہم میں سے نہیں۔ چاہیئے کہ حساب کرے۔
اور دیکھے۔ اگر نیکی کی ہے۔ خدا سے اُس کی زیادتی
کی دُعا کرے۔ گناہ کیا ہو۔ تو وہ شخص توبہ و استغفار
کرے"۔ [۱]

۱۱۔ **صفائی قلب:۔** اپنے باطن کو بُرائیوں سے پاک وصاف کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے حواریوں کو فرمایا۔
میں تم کو حق کہتا ہوں۔ کہ تمہارا عمل کچھ کام
نہ آئے گا۔ اگر ظاہراً نیکی کروگے۔ اور دل
میں بدی ہوگی۔ ظاہر جسم پاک ہو۔ اور دل
غلاظت سے بھرا ہو۔ چھلنی کی مانند نہ ہو کہ
باریک عمدہ آٹا باہر پھینک دیتی ہے۔ اور
بھوسہ اور تنکے اندر رکھتی ہے۔ تمہاری مثال
ایسی ہونی چاہیئے۔ جیسے شمع کی لو۔ کہ لوگوں کو
روشنی دیتی ہے۔ اور اپنے آپ کو جلاتی ہے"۔ [۲]

---

۱ و ۲ ترجمہ عین الحیات

جدول حالات حضرت امام رضاؑ

علیہ السلام

امام ہشتم

اسم مبارک	علیؑ
کنیّت	ابوالحسن ۔ ابوعلی
القاب	رضا ۔ صابر ۔ فاضل ۔ رضی ۔ زکی ۔
والد بزرگوار	امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
والدہ ماجدہ [1]	نجمہ (تکتم ۔ ام البنین ۔ خیزران المرسیہ ۔ شقراء النوبیہ)
روز ولادت	پنجشنبہ بقولے جمعۃ المبارک
تاریخ ولادت	۱۱ ذیقعد سنہ ۱۵۳ھ (سنہ ۷۷۰ء)
مقام ولادت	مدینہ منورہ

[1] آپ کی والدہ ماجدہ کے اسم گرامی میں اختلاف ہے ۔ کسی نے کچھ ذکر کیا ہے ۔ اور کسی نے کچھ ۔

ولادت کے وقت بادشاہ	منصور دوانیقی
بی بیوں کے نام	ام حبیبہ - خیزران
لڑکوں کے نام	امام محمدؐ تقی علیہ السلام - محمدؐ جعفر - ابراہیم - حسن - حسین
لڑکیوں کے نام	عائشہ
روز وفات	سہ شنبہ
تاریخ وفات	۲۳؍ ذیقعدہ ۲۰۳ھ (۸۱۸ء)
مقام دفن	خراسان کے شہر طوس میں
سبب وفات	مامون الرشید نے زہر دلوایا
مدت زندگی	۵۰ سال
مدت امامت	۲۰ سال
نقش نگیں	ما شاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ یا حسبی اللّٰہ حافظی

حضرت امام رضا علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ

۱- احسان بقدر ہمت :- ایک دفعہ ایک آدمی حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہُوا- اور عرض کی-

"آپ میرے ساتھ بقدر اپنے حوصلہ و مروّت کے احسان کیجیے"۔

آپ نے فرمایا :-

"اے بندۂ خدا میں معذور ہوں کہ اس کی گنجائش نہیں"۔

اُس نے عرض کی :-

"میری مروّت کے موافق عطا فرمائیں"۔

آپ نے فرمایا :-

"ہاں یہ ممکن ہے"۔

یہ کہہ کر غلام کو حکم دیا :-

"اس شخص کو سو اشرفی دے دو"۔

چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔ [۱]

---

[۱] لمعۃ الضیاء فی العمدۃ من اخبار الرضا۔

ایک دفعہ آپ حمام میں تشریف لے گئے۔

۲۔ **دلجوئی:**۔ حمامی اشیاء غسل خرید کرنے کے لئے بازار کو گیا ہوا تھا۔ ایک شخص جو آپ سے واقف نہ تھا کہنے لگا۔

"میرے جسم پر کیسہ کرو"۔

آپ اس کے جسم سے مَیل دُور کرنے لگے۔ اور اُسے غسل دینے لگے۔ اور لوگ حمام میں آئے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے جب دیکھا۔ کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ یہ شخص ناواقفی کے عالم میں اس قدر گستاخی کا مرتکب ہُوا ہے۔ اس شخص کو سمجھانے لگے۔ اس شخص نے معذرت کی۔ آپ کی بلندی اخلاقی ملاحظہ ہو۔ آپ نے اس کی دلجوئی فرمائی۔ اور بدستور اس کی خدمت کرتے رہے۔ [1]

۳۔ **ہمدردیِ غرباء:**۔ آپ کی ہمدردی کا یہ عالم تھا۔ کہ تاریک راتوں میں آپ درہم و دینار وغیرہ مستحقین پر تقسیم فرمایا کرتے۔ جس وقت آپ طعام نوش کرنے بیٹھتے۔ تو ایک خوان سامنے رکھ لیتے۔ اور اس میں سب کھانوں میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر رکھتے جاتے۔ اور بعد فراغت طعام وہ خوان مساکین و غرباء کے لئے اُٹھوا دیتے۔

---

[1] لمعۃ الضیاء فی العمدۃ من اخبار الرضا۔

ایک روز ایک شخص نے عرض کی۔ "واللہ
۴۔ اِنکساری :۔ آپ بہترین اشخاص ہیں"۔ فرمایا۔ اے
شخص اس پر قسم نہ کر۔ کیونکہ جس کا تقویٰ و پرہیزگاری مجھ سے
زیادہ ہے۔ وہ مجھ سے افضل ہے[۱]۔ خدا کی قسم یہ آیت منسوخ
نہیں ہوئی ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (پ ۲۶ حجرات ۲۷)
کہ کریم تر تم سے خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے پرہیزگار تر ہے۔
گرمی کے موسم میں آپ اپنی نشست و برخاست بوریئے پر
رکھتے۔ اور جاڑوں پر کمبل پر بیٹھتے۔ غلاموں۔ سائیسوں اور
دربانوں کے ساتھ بیٹھ کر طعام نوش فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک
بلخی نے جو کہ سفر خراسان میں آپ کے ساتھ تھا۔ عرض کیا :۔
"اے آقا۔ آپ پر فدا ہوں۔ اگر ان لوگوں کے لئے
علیحدہ کھانے کا بندوبست کر دیا جائے۔ تو اس میں حرج
نہ ہوگا۔"
آپ نے فرمایا :۔
"اللہ ایک ہے۔ اور ماں سب کی حوّاؑ۔ اور
باپ آدمؑ ہے۔ جزا و سزا ہر ایک کو اس کے عمل کے
بموجب ملے گی۔ تو پھر یہ تفرقہ کیسا؟"
خلق خدا سے حُسنِ خُلق سے پیش آتے۔
۵۔ ہمدردیِ خلق :۔ کبھی کسی کے ساتھ گفتگو کرنے میں سختی نہ

---

[۱] یہ آپ نے بوجہ انکساری اور بطور نصیحت فرمایا

فرماتے۔ اور کبھی کسی کی گفتگو کو قطع نہ فرماتے۔ جب کوئی شخص اپنی بات ختم کر لیتا۔ اُس وقت آپ کلام فرماتے۔ قہقہہ کے ساتھ نہ ہنستے۔ بلکہ آپ کی ہنسی بطور تبسّم کے ہوتی۔ نعمت خدا کا ادب اس قدر فرماتے۔ کہ ایک مرتبہ آپ نے غلاموں کو اس طرح میوہ کھاتے ہوئے دیکھا۔ کہ اس کے دانوں کو پورا نہ کھاتے تھے۔ بلکہ کچھ کھاتے جاتے تھے اور کچھ پھینک دیتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔

"سبحان اللہ۔ اگر تم اس سے مستغنی ہو۔ تو اور بہت سے اشخاص اس کے محتاج ہیں۔ خود سیر ہو جاؤ۔ تو دوسرے صاحب احتیاج کو دے دیا کرو۔"[1]

۶۔ آدابِ تواضع:۔

درستی اخلاق کے متعلق ایک شخص کو فرمایا:۔

"تواضع کے بہت درجے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان اپنے آپ کو اپنے مرتبہ سے زیادہ نہ سمجھے۔ تکبّر و غرور سے بچے۔ لوگوں سے وہی برتاؤ کرے۔ جس طرح کہ اُن سے اپنے لئے چاہتا ہے۔ کسی سے بدی دیکھے۔ نیکی سے عوض دے۔ غصّہ کو ضبط کرے۔ اور قصور واروں کو معاف

---

[1] بحر الجواہر۔ تاریخ آل امجاد۔ طلعۃ ضیاء فی الحمد ۃ من اخبار الرضا۔

کرے۔ ایسے نیک مردوں کو خدا دوست رکھتا ہے۔"[1]

اکثر دفعہ ہدایت فرمائی کہ

۷۔ **درسِ حاجت روائی :-** کہ لوگوں کی مشکل میں کام آؤ۔ اور ان کی حاجتوں کو پورا کرو۔

"خدا کے ایسے بندے بھی ہیں۔ جو لوگوں کی حاجت روائی میں سعی کرتے ہیں۔ وہ قیامت کے روز مطمئن اور بے خوف ہوں گے۔ اور جو شخص کسی مومن کا دل خوش کرتا ہے۔ خدائے تعالےٰ اس کا دل خوش کرے گا۔"[2]

گناہانِ صغیرہ سے بچنے

۸۔ **درسِ اجتناب از گناہ :-** کے متعلق ارشاد فرمایا:-

"گناہانِ صغیرہ راستے اور طریقے ہیں گناہانِ کبیرہ کی طرف۔ ان راستوں میں بالکل قدم نہ رکھو۔ اگر رکھو گے تو منزل پر نہ پہنچو گے۔ جو حق تعالےٰ سے تھوڑی بات میں نہیں ڈرتا۔ وہ بڑے کاموں میں بھی نہ ڈرے گا۔"[3]

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں

۹۔ **آدابِ سخاوت :-** عرض کی کہ میں حج کرکے آرہا ہوں۔

---

[1] ترجمہ عین الحیات [2] ترجمہ حلیۃ المتقین

[3] لمعۃ الضیاء فی العمدۃ من اخبار الرضا۔

اور جو روپیہ لے کر چلا تھا وہ ختم ہو گیا۔ اب اتنا نہیں کہ واپس جاؤں۔ اگر آپ مجھے اتنا روپیہ دے دیں۔ تو وطن پہنچ کر آپ کی طرف سے وہ روپیہ تصدّق کر دونگا۔ چونکہ میں آسودہ حال ہوں اس لئے خیرات کا مستحق نہیں۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ اور دروازہ کے اندر سے ہاتھ باہر نکالا۔ اور فرمایا اے مرد خراسانی۔ یہ دو سو دینار لے اور وطن جانے کا سامان کر۔ ہماری طرف سے ان کو خیرات کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ہم نے تجھی کو دے دیئے۔ لیکن اب تو یہاں سے رخصت ہو جا۔ تاکہ میں تجھے نہ دیکھوں اور تو مجھے۔ جب وہ چلا گیا۔ تو کسی نے کہا۔ حضور نے احسان میں کوئی کمی نہیں کی۔ پھر منہ چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ فرمایا۔ اس خیال سے کہ اس کے سوال کرنے اور حاجت روا ہونے کی ذلت کو اس کے چہرے پر نہ دیکھوں۔ کیا تو نے حضرت رسولؐ خدا کی یہ حدیث نہیں سنی۔ کہ نیکی چھپانے والا ستّر حجّوں کا ثواب پاتا ہے۔ اور بدی کا اظہار کرنے والا ذلیل ہے۔ اور اس کو چھپانے والا مغفور ہے۔ [۱]

۱۰۔ صبر و تحمل :۔ امام رضا علیہ السلام جس زمانہ میں بہ حیثیت

---

[۱] ضمیمہ نور ص ۱۷

ولی عہد سلطنت مرو میں قیام فرما تھے۔ ایک عباسی سردار حضرت سے بہت حسد رکھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح حضرت کو مامون کی نگاہوں میں بے وقعت بنا دے۔ مگر کوئی موقع اس کو نہ ملتا تھا۔ ایک روز وہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور مذہب شیعہ کی مذمت کر کے حضرت کو ناسزا الفاظ کہنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ اے شخص آخر اس سے تیرا مقصد کیا ہے۔ اس نے کہا تم کو ذلیل کرنا۔ آپ نے فرمایا۔ خاصان خدا کبھی ذلیل نہیں ہوا کرتے۔ اس نے کہا۔ میں آپکو خاصان خدا میں سے نہیں مانتا۔ فرمایا۔ میں کب کہتا ہوں کہ تو مان۔ جس کا میں بندہ ہوں وہ تو مانتا ہے۔ اس نے کہا آپ اپنی کوئی کرامت دکھایئے تو میں تسلیم کروں۔ فرمایا یہی کرامت کیا کم ہے۔ کہ تو انتہائی گستاخی کر رہا ہے۔ اور میں صبر و ضبط سے کام لے رہا ہوں۔ کیا میں بادشاہ سے تیری شکایت کر کے تجھے کافی سزا نہیں دلوا سکتا۔ یہ سُن کر وہ نادم ہُوا۔ اور حضرت کے پیروں پر سر رکھ کر کہنے لگا۔ آج سے میں آپ کے محبوں میں شامل ہوتا ہوں۔ میں اس ارادہ سے آیا تھا کہ اگر مجھے سختی سے جواب دیا۔ تو میں آپ سے لڑ پڑوں گا۔ اور آپ کو تمام شہر میں رسوا کردوں گا۔ لیکن آپ کے اخلاق کا میں گرویدہ ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اتنے بڑے منصب پر

فائز ہو کر جو صبر و تحمل آپ نے دکھایا۔ دوسرے سے ناممکن ہے۔[1]

۱۱۔ **محبّتِ غربا:** امام رضا علیہ السلام اپنی انکساری اور تواضع پسندی کی بناء پر غریب سے غریب آدمی سے بھی بے تکلفی سے ملتے تھے۔ یہ بات مامون کو ناگوار گزرتی تھی۔ ایک روز اُس نے ٹوکا۔ آپ نے فرمایا۔ میں ولی عہدی کو چھوڑ سکتا ہوں مگر اپنے ان غریب بھائیوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔[2]

۱۲۔ **عفو و درگذر:** جب مامون نے امام رضا علیہ السلام کو ولی عہد بنانا چاہا۔ تو عباسیوں نے بڑی سخت مخالفت کی۔ اور امام علیہ السلام کی شان میں ناسزا الفاظ کہے۔ ایک نے تو یہاں تک کہا۔ کہ حضرتؑ کے سامنے آپ کو مرد جاہل تک کہہ دیا۔ جب مامون کو اس کی خبر ہوئی۔ تو اس نے اپنے اس درباری کو سزا دینی چاہی۔ مگر حضرت نے منع کیا۔ اور فرمایا جس طرح میں نے معاف کیا۔ تم بھی معاف کرو۔ اس نے حضرت کے عفو پر تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم اہلبیتِ رسولؐ ایسے لوگوں کی خطاؤں سے درگذر کیا کرتے ہیں جو ہمارے مراتب کو نہیں جانتے۔[3]

---

[1] ، [2] ، [3] ضمیمہ نور صفحہ ۷۶ ، صفحہ ۸۰ ، صفحہ ۸۷، ۸۸

جدول حالات حضرت امام محمد تقیؑ

علیہ السلام

امام نہم

اسم مبارک	محمدؑ
کنّیت	ابوجعفر ۔ ابوالفضیل ۔ ابوعلی ۔
القاب	تقی ۔ جوّاد ۔ قانع ۔ مرتضیٰ ۔ منتخب ۔ مختار ۔ عالم
والد بزرگوار	حضرت امام علیؑ الرضا علیہ السلام
والدہ ماجدہ	سبیکہ ۔ (نوبیہ ۔ خیزران ۔ ریحانہ)
روز ولادت	جمعۃ المبارک
تاریخ ولادت	۱۰ رجب ۱۹۵ھ (۸۱۱ء)
مقام ولادت	مدینہ منورہ
ولادت کے وقت بادشاہ	امین بن ہارون الرشید

بی بیوں کے نام	ام الفضل ۔ سمانہ ۔
لڑکوں کے نام	امام علی نقی علیہ السلام ۔ موسیٰ ۔
لڑکیوں کے نام	فاطمہ ۔ امامہ ۔ حکیمہ
روز وفات	سہ شنبہ بقولے شنبہ
تاریخ وفات	۲۹ یا ۳۰ ذیقعد ۲۲۰ھ (۸۳۵ء)
مقام دفن	کاظمین
سبب وفات	معتصم عباسی نے زہر دلوایا ۔
مدت زندگی	۲۵ سال
مدت خلافت یا امامت	۱۷ سال
نقش نگین	الشکر بدوام النعم یا المهیمن عضدی

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا اخلاق کریمانہ

امام محمد تقی علیہ السلام مامون الرشید

۱۔ پرہیز از تمکنت :۔ ایسے صاحب سطوت بادشاہ کے داماد تھے لیکن آپ کو اس رشتہ پر کوئی فخر نہ تھا۔ نہایت سیدھی سادھی زندگی بسر کرتے تھے۔ جو آپ کا خاندانی طریقہ تھا۔ مدت العمر اسی پر قائم رہے۔ آپ کی بی بی اُم الفضل جو جہیز لائی تھی۔ وہ آپ نے علیحدہ ایک مکان میں رکھوا دیا تھا۔ اور اُم الفضل سے فرمایا۔ کہ شاہی زندگی بسر کرنا چاہو۔ تو اس مکان میں رہو۔ اور زاہدانہ زندگی گزارنی چاہو۔ تو اس مکان میں رہو۔ جہاں میں رہتا ہوں۔ اُم الفضل نے آپ کے ساتھ رہ کر یہ فقیرانہ زندگی بسر کرنی پسند نہ کی۔ اور اسی لئے وہ اپنے اس رشتہ سے ہمیشہ ناخوش رہی۔ ؎

۲۔ کرم و بخشش :۔ آپ کا دروازہ بخشش کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح آپ کی ہمت بہت بلند اور حوصلہ بہت فراخ تھا۔ مدینہ کے بہت سے مساکین آپ کے در سے وظیفہ پایا کرتے تھے۔

؎ ضمیمہ نور صہ ۶۵

کوئی مستحق ایسا نہ تھا کہ آپ کے در سے ناکام جاتا ہو۔ باہر کے محتاجوں کے لئے حضرت اپنے وکیلوں کے پاس روپیہ بھیج دیتے تھے۔ مدینہ کے مساکین علاوہ نقد کے کھانا بھی پاتے تھے۔ لیکن یہ تمام خیرات ایسے خفیہ طریق سے ہوتی تھی کہ کسی کو پتہ نہ چلتا تھا۔ اکثر راتوں کو آپ خود کھانا لے کر مدینے کی گلی کوچوں میں گھومتے تھے۔ اور جب کسی کو دینا ہوتا۔ تو در و دیوار کی آڑ لے کر یا منہ پر نقاب ڈال کر دیتے۔ [1]

۳۔ صبر و ضبط :۔ امام محمد تقی علیہ السلام سے عباسیہ خاندان کے امراء بہت زیادہ حسد رکھتے تھے۔ بالخصوص جب سے آپ مامون الرشید کے داماد ہوئے۔ عباسی امراء نہیں چاہتے تھے۔ کہ اُم الفضل کی شادی آپ سے ہو۔ کیونکہ اُن کو خاندان اہلبیتؑ سے سخت عداوت تھی۔ لیکن مامون کے ارادہ کو بدلنے میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اس ناکامی نے اُن کی مخالفت کو اور زیادہ بھڑکایا۔ اب انہوں نے اُم الفضل بنت مامون کے کان بھرنے شروع کئے۔ اور طنزاً کہنا شروع کیا۔ کہ تیرے باپ نے تجھ پر بڑا

---

[1] ضمیمہ نور ص۱

ظلم کیا۔ کہ تیری شادی ایک تنگدست۔ محتاج۔ فقر پسند آدمی سے کردی۔ تجھ کو کسی شہزادے یا امیرزادے کے گھر میں جانا چاہیئے تھا۔ اُم الفضل اول تو یوں ہی ایک بددماغ عورت تھی۔ پھر کریلا اور نیم چڑھا۔ رات دن لوگ ورغلاتے رہے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ شادی کے پہلے ہی دن سے وہ امام علیہ السلام کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئی۔ اور پھر اُس نے وہ وہ تکلیفیں حضرت کو پہنچائیں۔ کہ خدا کی پناہ۔ مگر حضرت نے صبر و ضبط سے کام لیا۔ آپ کے بعض اعزہ بھی آپ کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ لیکن آپ کبھی کوئی انتقامی کارروائی نہ کرتے تھے۔ [1]

۴۔ سادگی و تواضع: راوی کہتا ہے کہ جب مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ حضرت کا عقد اُم الفضل کے ساتھ ہو گیا ہے۔ تو میں تہنیت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے زمانہ کی عام روش دیکھ کر یہ خوف تھا۔ کہ شاید آپ مجھے اپنی زیارت کا شرف نہ بخشیں۔ لیکن میرا یہ خیال غلط تھا۔ جونہی میرے آنے کی خبر حضرت کو پہنچی۔ فوراً بلا لیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ آپ کی پہلی حالت اور موجودہ

---

[1] ضمیمہ نور ص۷۷

حالت میں بال برابر فرق نہیں۔ وہی اخلاق، وہی عادات۔ وہی تواضع، وہی انکساری اور وہی شفقت و مروّت۔ مجھے پیاس ہوئی۔ مگر میں نے حضرت پر ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور ضبط کئے بیٹھا رہا۔ حضرت میری خواہش کو سمجھ گئے۔ فوراً غلام کو پانی لانے کا حکم دیا۔ اُس کو تاخیر ہوئی۔ تو حضرت خود اُٹھے۔ اور پانی لے کر آئے۔ میں نے عرض کی۔ حضور نے کیوں زحمت فرمائی۔ فرمایا۔ یہ تو کارِ ثواب ہے۔ کیا مجھے اِس سے روکنا چاہتے ہو۔ [1]

۵- دشمن سے حُسنِ سلوک:- غیروں کا تو کیا ذکر خاندانِ رسالت میں سے بھی بعض حضرت رضا علیہ السلام کے سخت مخالف تھے۔ پہلے تو یہ مخالفت اس لئے دبی رہی کہ حضرت کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ سمجھتے تھے کہ ہم ہی وارث ہوں گے۔ لیکن جب امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو ان کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور وہ کھُلم کھُلا مخالفت پر اُتر آئے۔ اور یہ کہنا شروع کیا۔ کہ امام محمدؐ تقی علیہ السلام چونکہ رنگ میں آپ سے نہیں ملتے۔ لہٰذا آپ کے فرزند نہیں۔ امام محمدؐ تقی علیہ السلام

---

[1] ضمیمہ نور ص۸۰

یہ طعنہ زنی سنتے چلے آرہے تھے۔ ایک بار کہیں سے مالِ خمس آیا۔ آپ نے اپنے اعزّہ کو بلا کر حصہ رسد تقسیم کر دیا۔ ان میں وہ شخص بھی تھا۔ جو سب سے زیادہ آپ کا دشمنِ آبرو بنا ہُوا تھا۔ آپ نے اس کو بھی حصہ دیا۔ لوگوں کو اس پر تعجب ہُوا۔ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ وہ غلط بیانی کر چکا ہے۔ یا۔ کر رہا ہے۔ اس کی سزا تو خدا اس کو دے گا۔ میرے انتقام سے اس کا انتقام بہت زیادہ ہو گا۔ میں اپنا فرض پورا کر رہا ہوں۔ جب اس شخص نے یہ سُنا تو بہت شرمندہ ہُوا۔ اور حضرت کے قدموں پر گر کر کہنے لگا۔ میرا قصور معاف فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ جا میں نے معاف کیا۔ خدا بھی معاف کرے۔ [۱]

۶۔ شفقت علی الخلق:۔ بغداد کے زمانہ قیام میں جو تقریباً آٹھ سال تھا۔ آپ برابر لوگوں کو علمِ دین کی تعلیم دیتے رہے۔ اکثر اوقات صبح سے شام تک برابر لوگ آپ کی خدمت میں بیٹھے رہتے تھے۔ نہ آپ اُکتاتے تھے نہ گھبراتے تھے۔ ایک روز آپ شدید بخار میں مبتلا تھے۔ معلوم ہُوا باہر کچھ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ اور عرض حال

---

[۱] ضمیمہ نور صـ۸۴

کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے اعزّہ نے کہا۔ یہ وقت حضور کے ملنے کا نہیں ہے۔ ہم ان سے کہے دیتے ہیں کہ پھر کسی وقت آئیں۔ فرمایا۔ نہیں۔ ممکن ہے کسی کو شدید ضرورت مجھ سے ملنے کی ہو۔ چنانچہ آپ ایک غلام کے سہارے سے باہر تشریف لائے۔ اور اسی بخار کی شدت میں ان سب کا حال سنتے رہے۔ ایک نے ان میں سے کہا۔ یا ابن رسولؐ اللہ۔ میں اس غرض سے حاضر ہؤا تھا۔ کہ میرا باپ بسترِ مرگ پر ہے۔ چاہتا ہے کہ حضور کے سامنے اپنے مال کے متعلق کچھ وصیّت کرے۔ اور آپ کی آخری زیارت کرلے۔ لیکن حضور تپ شدید میں مبتلا ہیں۔ ایسی حالت میں کیوں کر وہاں چلنے کے لئے عرض کروں۔ فرمایا۔ میں چلتا ہوں گھر والوں نے عرض کی۔ حضور ایسی حالت میں کیسے جا سکتے ہیں فرمایا۔ میں آہستہ آہستہ چلا جاؤں گا۔ چنانچہ آپ دو غلاموں کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لے گئے۔ اللہ اکبر۔ یہ اخلاق سوائے اہلبیتؑ رسولؐ کے اور کس کا ہو سکتا ہے۔ [1]

۷۔ **مہمان نوازی:۔** آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ ایک بار نصف شب گذر چکی تھی کہ ایک شخص بہ حیثیت مہمان آپ کے یہاں وارد ہؤا۔ آپ نے دریافت فرمایا

---

[1] ضمیمہ نور ص۹۳

کہ اے شخص کھانا کھائے گا۔ یا نہیں۔ اس نے کہا۔ یا ابن رسول اللہ۔ میں بھوکا تو ہوں۔ لیکن چونکہ ناوقت ہو گیا ہے۔ اس لئے آپ کو زحمت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ میں بھوکا ہی سو رہونگا۔ فرمایا۔ ہمارے یہاں مہمان بھوکا نہیں سویا کرتا۔ یہ فرما کر آپ اندر تشریف لائے۔ اپنی ایک کنیز کو جگا کر فرمایا۔ میں تنور روشن کرتا ہوں۔ تو آٹا خمیر کر۔ اس نے کہا یا ابن رسول اللہ۔ میں خود تنور روشن کر لوں گی۔ فرمایا۔ نہیں۔ مہمان کی خدمت میں کچھ حصہ میں بھی لینا چاہتا ہوں۔ غرضیکہ آپ نے کھانا تیار کرایا۔ اور اس کو خود لے کر مہمان کے پاس آئے۔ وہ یہ شفقت دیکھ کر رونے لگا۔ آپ نے سبب پوچھا۔ اس نے کہا۔ میں یہ خیال کرکے رو رہا ہوں۔ کہ زمانہ نے ایسے خدا رسیدہ لوگوں کو نہ پہچانا۔[۱]

ام الفضل دختر

۸۔ **ملازموں سے حُسنِ سلوک:۔** مامون الرشید کے ساتھ جو کنیزیں آئی تھیں۔ وہ ان کے ساتھ سخت برتاؤ کرتی تھی۔ ان کو بیدوں سے مارتی تھی۔ امام محمد تقی علیہ السلام اُسے سختی سے روکتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ یہ خدا کی مخلوق ہے۔ اگر تم ان پر رحم نہ کرو گی۔ تو خدا تم پر رحم نہ کریگا۔

---

[۱] ضمیمہ نور صفحہ ۹۷۔ ۹۸

ام الفضل پر حضرت کے کہنے کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنی ایک کنیز کو اتنا مارا کہ اس کا بدن پھٹ گیا۔ اور خون جاری ہوگیا۔ امام علیہ السلام نے جب گھر میں آ کر کنیز کا یہ حال دیکھا تو ام الفضل کو سختی سے ڈانٹا۔ وہ خفا ہو کر اپنے باپ کے گھر چلی گئی۔ حضرت نے اس کنیز کی تیمارداری شروع کی۔ آپ اس کے زخم خود دھوتے اور ان پر مرہم کا پایہ رکھتے تھے۔ تقریباً نصف ماہ آپ نے اس کنیز کی خدمت انجام دی۔ تاآنکہ وہ اچھی ہوگئی۔ حضرت نے فرمایا۔ اب تو اُم الفضل کے پاس چلی جا۔ اس نے کہا۔ مجھے قتل ہو جانا گوارا ہے مگر ایسی بے رحم مالکہ کی صورت دیکھنی گوارا نہیں۔ [1]

۹۔ درس اخلاق:۔ آپ نے درستیٔ اخلاق کے متعلق ہدایت فرمائی۔ کہ مخلوقِ خدا سے نیکی سے پیش آؤ۔ اور جو شخص خلقِ خدا کی مشکل میں کام نہ آئے گا۔ اور ان کے ساتھ نیکی نہ کرے گا۔ تو وہ لوگ کبھی اس کی مدد نہ کریں گے۔ اور اس کو ہزاروں شدائد و مصائب کا مقابلہ درپیش ہو جائیگا۔ "جو شخص خلق خدا کے ساتھ نیکی کرنا چھوڑ دے۔ قریب ہے۔ کہ اس کو تکالیف کا سامنا ہو۔" [2]

---

[1] ضمیمہ نور ص ۱۰۵ و ۳ ص اوراد المومنین و وظائف المتقین جلد ۴

١٠۔ شریر کی صحبت سے پرہیز کرنے کی ہدایت فرمائی۔

"شریر کی صحبت سے پرہیز کر۔ کیونکہ اس کی صحبت مثل کھچی ہوئی تلوار کے ہے۔ کہ دیکھنا اس کا اچھا ہے اور اثر اس کا بُرا ہے۔" [١]

١١۔ جور و ستم سے پرہیز کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ظالم پر روزِ قیامت نہایت مصیبت کا سامنا ہوگا۔ بہ نسبت اس دن کے جس روز کہ مصائب و شدائد مظلوم پر ظالم کے ہاتھوں سے گزرے ہیں۔

"ظالم پر روزِ عدل مظلوم کے روزِ ظلم سے زیادہ شدید ہے۔" [٢]

---

[١] اوراد المومنین و وظائف المتقین جلد ۴

[٢] شواہد النبوۃ ۔ وسیلۃ النجات

جدول حالات حضرت امام علی نقیؑ

علیہ السلام

امام دہم

اسم مبارک	علیؑ
کنیّت	ابوالحسن
القاب	نقی - ہادی - امین - عسکری - فقیہہ - طیب - ناصح وغیرہ
والد بزرگوار	امام محمد تقی علیہ السّلام
والدہ ماجدہ	سمانہ خاتون - مغربیہ (سوسن - درّہ)
روز ولادت	جمعۃ المبارک
تاریخ ولادت	۵ رجب سنہ ۲۱۴ھ (سنہ ۸۲۹ء)
مقام ولادت	حوالی مدینہ میں صریا کے مقام پر
ولادت کے وقت بادشاہ	مامون الرشید

بی بیوں کے نام	حدیث خاتون اور لونڈیاں
لڑکوں کے نام	امام حسن عسکری علیہ السلام - محمد حسین جعفر -
لڑکیوں کے نام	عقبہ
روز وفات	شنبہ بقولے دوشنبہ
تاریخ وفات	۳ رجب ۲۵۴ھ (۸۶۸ء)
مقام دفن	سر من رائے المعروف سامرہ
سبب وفات	معتمد عباسی نے زہر دلوایا
مدت زندگی	۴۱ سال
مدت خلافت یا امامت	۳۴ سال
نقش نگین	ﷲ الملك یا حفظ الحهور من اخلاق المعبود

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ

ا۔ بے نیازی و راضی برضاء الٰہی:۔ ایک دفعہ متوکل عباسی نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ منورہ سے سر من رائے (سامرہ) میں بلایا۔ اور قدمبوسی کا اشتیاق ظاہر کیا۔ آپ یحیٰی بن ہرثمہ کے ساتھ سر من رائے میں تشریف لے گئے۔ متوکل عباسی نے کم توجہی کا اظہار کیا۔ آپ ایک ایسے مقام پر ٹھہرائے گئے۔ جس سرائے میں فقراء اور غرباء ٹھہرتے تھے۔ صالح بن سعید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

"اے آقا۔ ان ظالموں نے ہر طرح سے آپ کے نور کو بجھانے اور آپ کے فضائل کے چھپانے میں کوشش کی۔ تا اینکہ آپ کو ایسے مقام پر اُتارا۔ جہاں پر کہ فقراء اور گدایان بے نام و نشان اترتے ہیں"

آپ کا خُلق ملاحظہ ہو۔ کہ اس کیفیت پر بھی کسی طرح کی شکایت کا کلمہ متوکل کی نسبت زبان پر نہیں لاتے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"اے پسر سعید۔ اب تک معرفت اور قدر و منزلت ہم لوگوں کی تجھے معلوم نہیں۔ (با وجودیکہ تو ہمارے دوستوں میں سے ہے)

کہ یہ باتیں ہماری شان و شوکت کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ کیا نہیں جانتا۔ کہ خدا جس کا رتبہ بلند فرماتا ہے۔ وہ ان امور سے پست نہیں ہوتا۔" [1]

۲۔ صفات رفیعہ:۔ آپ نہایت درجہ عابد و زاہد اور علم و سخاوت میں اپنے پدر بزرگوار کے وارث تھے۔ خواجہ محمد پارسا نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں لکھا ہے:۔

"ہادی ابوالحسن علی بن جواد علیہ السلام عابد ترین و فقیہ ترین لوگوں میں سے تھے اور عابدوں اور زاہدوں اور فقیہوں کے امام تھے۔"

۳۔ صبر:۔ آپ کے صبر و ضبط کی یہ حالت تھی۔ کہ متوکل عباسی آپ پر ہزاروں مصائب و شدائد وارد کرتا۔ مگر آپ انہیں نہایت صبر و استقلال سے برداشت فرماتے۔ اور کبھی کسی قسم کی شکایت کا کلمہ زبانِ مبارک پر نہ لاتے۔ یہ آپ کا انتہائی اخلاق تھا۔

۴۔ تحمل و ضبط:۔ ایک دفعہ متوکل کے خوشامدیوں نے اسے یہ خبر پہنچائی۔ کہ امامؑ اسلحہ جمع

---

[1] کافی ۔ جلاء العیون

فرما رہے ہیں اور خلافت کے طلبگار ہیں۔ متوکل نے جب یہ خبر سنی تو ترک سپاہیوں کو یہ حکم دیا۔ کہ آپ جس حالت میں تشریف رکھتے ہوں۔ اسی حالت میں میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ اُن سپاہیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور اندرون مکان داخل ہوگئے۔ دیکھا کہ آپ ایک حجرہ میں سنگریزوں اور ریت کی زمین پر بیٹھے ہوئے بالوں کے کپڑے کا ایک کرتا پہنے ہوئے ہیں۔ اور صوف کی چادر سر پر اوڑھے ہوئے قرآن مجید کی ان آیات کو جو وعدہ و وعید کی بابت ہیں تلاوت فرما رہے ہیں۔ پہلے مکان کی تلاشی لی۔ مگر کسی قسم کا اسلحہ نہ پایا۔ اس کے بعد اسی حالت میں آپ کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس وقت وہ شراب پینے میں مشغول تھا۔ آپ کو اپنے پاس جگہ دی اور شراب کا جام پیش کیا۔ اس سے بڑھ کر آپ کے لئے اور کیا مصیبت ہوگی۔ کہ آدھی رات قصرِ شاہی میں کس بے کسی و مظلومی سے آلِ محمدؐ طلب کئے جاتے ہیں۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ انہیں شراب پینے کی دعوت دی جاتی ہے۔ لیکن آپ کا اخلاق ملاحظہ ہو۔ نہایت تحمّل اور ضبط سے فرماتے ہیں :۔

"اے متوکّل مجھے معاف رکھ۔ اس شے سے تو کبھی میرا گوشت و استخوان آلودہ نہیں ہوا۔"

یہ سُن کر متوکّل نے کہا۔

"اچھا کچھ سنائیے"۔

آپ نے قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:۔

کم ترکوا من جنتٍ وعیونٍ ۝ وزروعٍ و مقامٍ کریمٍ ۝ ونعمۃٍ کانوا فیھا فاکھین ۝ کذالک ط واورثنھا قوماً آخرین ۝

(پ ۲۵ دخان ع ۱)

ترجمہ:۔ بہت سے بادشاہ ہیں۔ کہ ترک کر دیا انہوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور نفیس مکانات اور آرام کی چیزیں جس میں وہ عیش کیا کرتے تھے۔ یوں ہی ہوُا۔ اور ان تمام چیزوں کا مالک ہم نے دوسروں کو بنا دیا۔

یہ سُن کر اُس کی نگاہوں میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ پھر گیا۔ مگر اُس نے کہا۔ کچھ اچھے شعر سنائیے۔ آخر مجبور ہو کر چند نصیحت آمیز اشعار اپنے جدّ بزرگوار جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے اسی آیہ مجیدہ کے ہم معنی پڑھے۔ جن کے سننے سے متوکّل کو ایسا اثر کامل ہوُا۔ کہ وہ دیر تک دھاڑیں مار مار کر روتا رہا۔ اس کے درباری بھی روتے رہے۔ اور متوکل نے فوراً شراب گرا دی:۔

وہ اشعار حسب ذیل ہیں :۔

باتوا علی قلل الجبال تحرسهم
غلب الرجال فلم ینفعهم القلل

وہ لوگ جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر (مستحکم اور مضبوط قلعوں میں) رہتے تھے۔ اور بہت سے طاقتور آدمی ان کی حفاظت کرتے تھے مگر ان بلند اور مضبوط مکانوں نے اُنہیں کچھ نفع نہ پہنچایا۔

واستنزلوا بعد عز عن معاقلهم
الی مقابرهم یا بئس ما نزلوا

بعد اس کے کہ وہ عزت و آبرو سے دنیا میں بسر کر چکے آخر وہ ان عالی شان عمارتوں سے اتار لئے گئے اور قبروں کے اندر سلا دیئے گئے۔ پس وہ کن ذلتوں سے اُتار دیئے گئے۔

ناداهم صارخ من بعد ما دفنوا
این الاسرة والتیجان والحلل

ان کے دفن کئے جانے کے بعد ان کو آواز دی جاتی ہے۔ کہ اے قبر والو۔ آج تمہارے تخت و تاج اور وہ شاہی نفیس لباس کہاں گئے۔

ابن الوجوہ التی کانت عجبۃ
من دونہا تضربہا الاستاد والکلل

اور وہ تمہاری حسین صورتیں جن پر تم غایت وجاہت کی وجہ سے نقابیں ڈالے رہتے تھے اور مکان کے دروازے کے آگے حجاب اور پردے چھوڑے رہتے تھے۔

فافصح القبر عنہم حین سائلہم
تلک الوجوہ علیہا الدود تنتقل

جب یہ سوال کیا گیا۔ تو ان کی قبر زبان حال سے یہ جواب دیتی ہے۔ کہ جن صورتوں کا تم حال پوچھتے ہو۔ اب ان پر کیڑے رینگتے ہیں۔

قد طال ما اکلوا دہرا وما شربوا
فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا

مدت تک زمانہ میں وہ کھاتے پیتے رہے۔ آخر وہ خود ہی کھائے گئے۔[۱]

۵۔ دشمن سے حُسنِ سلوک:۔ آپ کو ایک دفعہ متوکل عباسی نے شہر سرمن رائے (سامرہ) میں بُلا کر اپنے یہاں قید کر دیا۔ انہی دنوں میں متوکّل کو ایک

---

[۱] تاریخ الائمہ ص۸۸، تاریخ ابن خلکان و فیات الاعیان ج ؛ ص ۳۲۲، مروج الذہب مسعودی

ایسا پھوڑا نکلا جس کے علاج سے کل حکیم اور جرّاح عاجز آ گئے۔ وہ قریب بہلاکت پہنچ گیا۔ اس کی ماں نے نذر کی کہ اگر متوکّل اچھا ہو جائے گا۔ تو بہت مال بطور نذرانہ امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے گی۔ پھر وزیروں نے حضرت سے کہا۔ کہ حضور کوئی دوائی بتائیں۔ تو وہ بھی لگا دی جائے۔ حضرت نے فرمایا فلاں دوائی لگاؤ۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہو گا۔ اس دوا کو دیکھ کر دربار کے لوگ ہنس دیئے۔ کہ اس سے کیا ہو گا۔ مگر جب وہ دوا لگائی گئی۔ تو فوراً زخم پھٹ گیا۔ اور چند دنوں میں متوکّل اچھا ہو گیا۔ اس کی ماں نے اپنی نذر کے مطابق دس ہزار اشرفیاں تھیلی میں بند اور اس پر مُہر کر کے حضرتؑ کے پاس بھیج دیں۔

کچھ دنوں بعد لوگوں نے متوکّل سے چغلی کھائی۔ کہ حضرت کے گھر میں مال اور ہتھیار بھرے ہوئے ہیں۔ متوکّل نے اپنے دربان سعید کو حکم دیا۔ کہ نصف شب میں حضرت کے مکان میں گھس کر کل مال اور ہتھیار اُٹھا لاؤ۔ سعید ایک سیڑھی لے کر گیا۔ اور حضرت کے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ وہاں سے نیچے اُتر کر حضرت کی کوٹھڑی یا کمرہ تلاش کرنے لگا۔ رات بہت اندھیری تھی۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ تو حضرت ہی نے آواز دی۔ اے سعید۔ ٹھہرو۔ میں شمع بھیجتا ہوں۔ شمع

کی روشنی میں سعید حضرت کے پاس پہنچا۔ تو دیکھا کہ حضرت موٹے
بالوں کا ایک کپڑا پہنے اور بالوں ہی کی ایک ٹوپی سر پر رکھے
بوریئے پر قبلہ رُخ بیٹھے ہیں۔ سعید نے ہر جگہ تلاش کی مگر نہ
کوئی مال ملا نہ ہتھیار۔ وہی مادرِ متوکل کی تھیلی ملی۔ جس کی مہر
تک نہیں توڑی گئی تھی۔ خلیفہ نے وہ تھیلی دیکھ کر اس کی
اصلیت پوچھی۔ جب سُنا کہ اُس کی ماں نے ہی نذر کی رقم بھیجی
ہے۔ تو اُس نے اُتنی ہی اشرفیوں کی ایک اور تھیلی اس
کے ساتھ کر کے حضرت کے ہاں واپس کر دی۔ [1]

۱۔ **شفقت و آزادیٔ غلاماں:۔** ایک روز امام علی نقی علیہ السلام کہیں تشریف لے جا رہے تھے
ایک آدمی کو دیکھا۔ کہ اپنے غلام کو بُری طرح مار رہا ہے۔
آپ اس کے قریب گئے۔ اور فرمایا۔ اے شخص۔ کیا یہ کمزور بندہ
تیری مخلوق ہے۔ اُس نے کہا۔ مخلوق تو نہیں۔ یہ میرا غلام
ہے۔ فرمایا۔ اے شخص تو نے اسے پیدا تو نہیں کیا۔ چند درم
میں خریدا ہے۔ تجھے اس قدر مارنے کا کیا حق ہے۔ اُس نے
کہا۔ اس لئے مارتا ہوں۔ کہ یہ میرا نافرمان غلام ہے۔ فرمایا
اگر تیرے نزدیک نافرمان، غلام ایسی سزا کا مستحق ہے۔ تو

---

[1] سوانح المصطفٰی ص ۱۹۹ ۔ تاریخ الائمہ ص ۹۴

ایک نافرمان بندہ کتنی سزا کا مستحق ہونا چاہیئے۔ کیا تو خدا کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتا۔ کیا تو وہی شخص نہیں ہے جو کل شراب پیئے ہوئے وہاں پڑا تھا۔ اگر اس نافرمانی کی سزا خدا تجھے دے۔ تو تیرا کیا حال ہو۔ اس کے بعد فرمایا۔ یہ غلام تو نے کس قیمت پر خرید اتھا۔ اُس نے کہا ساٹھ درم ہیں۔ آپ نے وہ رقم اُس کو دے کر غلام خرید لیا۔ اور لوجہ اللہ اس کو آزاد کر دیا۔ [1]

۷۔ مہمان نوازی و فقرا پروری:۔ ایک بار امام علی نقی علیہ السلام کو دو وقت کے فاقہ کے بعد کچھ غذا میسر آئی۔ آپ کھانا چاہتے تھے کہ ایک مہمان آگیا۔ آپ نے بہت شگفتہ پیشانی سے وہ غذا اُس کے سامنے رکھ دی۔ اور قطعی اُس پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا۔ کہ آپ دو وقت کے فاقہ سے ہیں۔ جب وہ شخص کھانا کھا چکا۔ تو اُس نے کچھ مال خمس حضرت کے سامنے حاضر کیا۔ آپ نے اُسے فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیا۔ اور آپ اسی طرح فاقہ سے سو رہے۔ [2]

---

[1] ضمیمہ نور صہ ۱۰۵، [2] صہ ۹۸

جدول حالات حضرت امام حسن عسکریؑ

علیہ السلام

امام یازدہم

اسم مبارک	حسنؑ
کنیت	ابو محمد
القاب	زکی۔ عسکری۔ ہادی۔ سراج۔ خالص۔ صامت۔ رفیق۔ نقی۔ السراج المضی۔ الشافی المرضی۔ ابن الرضا۔
والد بزرگوار	حضرت امام علی نقی علیہ السلام
والدہ ماجدہ	جناب سوسن یا سمانۃ المغربیہ یا اُم حبیب یا سلیل یا قربیہ یا حدیثہ۔
روز ولادت	جمعۃ المبارک اور بقولے دوشنبہ
تاریخ ولادت	۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ (۸۴۶ء)
مقام ولادت	مدینہ منورہ

ولادت کے وقت بادشاہ	واثق بن معتصم (خلفاء بنی عباس سے نواں خلیفہ)
بی بیوں کے نام	جناب نرجس خاتون (سوسن ۔ ریحانہ ۔ مریم)
لڑکوں کے نام	حضرت صاحب العصر و الزماں علیہ السلام امام محمد مہدی آخر الزمان
لڑکیوں کے نام	—
روز وفات	جمعۃ المبارک بقولے چہارشنبہ
تاریخ وفات	٨ ربیع الاول ٢٦٠ھ (٨٧٣ء)
وفات کے وقت بادشاہ	معتمد علی اللہ
مقام دفن	سرمن رائے المعروف سامرہ جو عراق کا مشہور مقام ہے۔
سبب وفات	بنی عباس کے پندرھویں خلیفہ معتمد نے زہر دلوایا۔
مدت زندگی	٢٨ سال
مدت امامت	٦ سال
نقش نگین	اللّٰہ التمنۃ یا انا للّٰہ شہید یا حسن بن علی

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ

۱۔ برداشت و دشمن سے حُسنِ سلوک :۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

خلیفہ بنی عباس معتمد کے حکم سے عزیز خادم کی قید میں تھے وہ آپ پر ہر قسم کی سختیاں کر رہا تھا۔ لیکن آپ برداشت کرتے تھے۔ ایک دن عزیز کی زوجہ نے اپنے شوہر کو سمجھایا۔ کہ "حضرت کو تکلیف نہ دیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ۔"

عزیز نے جواب دیا۔

"میں آپ کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیتا ہوں"۔

چنانچہ اُس نے خلیفہ کی اجازت حاصل کر کے ایسا ہی کیا۔ مگر درندے بجائے گزند پہنچانے کے آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔

یحییٰ بن قتیبہ اشعری نے تین دن کے بعد یہ واقعہ دیکھا اور ایک ہاتھی کو امتحاناً اس غرض سے کٹہرے میں لایا۔ کہ آیا ان کی پہلی سی حالت قائم رہتی ہے۔ یا نہیں۔ اور آیا اس کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں یا نہیں۔ جونہی ہاتھی کو

اُنہوں نے دیکھا فوراً پھاڑ ڈالا۔ اُس نے ان تمام حالات سے معتمد علی اللہ کو مطلع کیا۔

خلیفہ کو فکر ہوئی کہ کہیں اس پر اس گستاخی کی وجہ سے عذاب نہ نازل ہو جائے۔ وہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی:۔

"اے مولا۔ دُعا کیجئے کہ میں بیس[۲۰] برس تک خلافت کروں"

آپ کا اخلاق ملاحظہ ہو۔ کہ ان تکالیف اور شدائد کے باوجود معتمد کی طویل عمری کے لئے نہ کہ خلافت کے لئے دعا مانگی۔ اور فرمایا:۔

"خدایا۔ معتمد کی عمر کو طولانی کر"

چنانچہ آپ کی دُعا سے معتمد بیس[۲۰] سال تک زندہ رہا۔[۱]

۲۔ اخلاق کے متعلق دشمن کی گواہی:۔

آپ کے محاسن اخلاق کے معترف اور مداح دشمن بھی تھے چنانچہ معتمد علی اللہ خلیفہ عباسی کے وزیر احمد بن عبداللہ خاقانی کی محفل میں علویہ سادات کا تذکرہ معہ ان کے مذہب کے ہوا۔ یہ

---

[۱] مناقب ابن شہر آشوب

اس زمانہ میں قمؔ کا حاکم تھا۔ اور باوجودیکہ دشمنِ اہلبیتؑ رسولؐ تھا۔ مگر پھر بھی آپ کی مدح کرنے پر مجبور ہوا۔ چنانچہ "شہر سرمن رائے (جسے آج کل سامرہ کہتے ہیں) میں سادات علویہ میں سے کوئی شخص مثل جناب حسن عسکری علیہ السلام علم و ورع و زہد و عبادت و وقار و عفت و کرم و حیا و شرف و قدر و منزلت میں مجھ کو نظر نہیں آتا۔ تمام خلفاء و بزرگان بنی ہاشم و سادات اپنے بزرگوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور کبیر و صغیر و وزراء و امراء لشکر آپ کی تعظیم و تکریم کرنے میں اپنا فخر و سعادت جانتے ہیں۔"

صرف یہی نہیں۔ کہ احمد بن عبداللہ خاقانی ہی نے آپ کی مدح کی ہو۔ بلکہ اُس نے اپنے باپ کا کلام بھی حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ کہ وہ مجھ سے اس طرح کہتے تھے۔

"اے احمد۔ بالفرض اگر خلافت عباسیوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔ تو سوائے ان کے اور کوئی شخص اس کا حقدار نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ شخص بسبب زہد و عبادت علم و فضل۔ عفت نفس و شرافتِ نسب و جمیع صفات کمالیہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔"

"اے فرزند۔ اگر تو ان کے باپ (علی النقی) کو دیکھتا تو تجھے معلوم ہوتا۔ کہ وہ کیسے شرف و جلالت و فضل و

علم دکمال میں بے مثال تھے۔" [1]

۳۔ علم و سخاوت:۔ ایک دفعہ اسمٰعیل بن محمد عباسی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی

"مولا۔ مَیں آپ سے قسمیہ عرض کرتا ہوں۔ کہ میں اس زمانہ میں نہایت درجہ مفلس ہوں۔ اور میرے پاس ایک درم تک نہیں ہے۔"

آپ بروئے علم امامت اس کے حالات سے واقف تھے کہ اُس نے دو سو دینار گاڑ رکھے ہیں اور جھوٹ کہہ رہا ہے۔ لیکن آپ کے اخلاق سے یہ بعید تھا۔ کہ سائل کے سوال کو رد کریں۔ چنانچہ آپ نے اُسے اُس کے گناہ سے مطلع فرمایا۔ اور اس کا سوال بھی پورا کر دیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"اے اسمٰعیل۔ تم نے دو سو دینار گاڑ رکھے ہیں حالانکہ تم قسم کھاتے ہو۔ مگر یہ خیال نہ کرنا کہ میں تم کو نہ دونگا۔"

غلام کو حکم دیا۔ کہ جو کچھ تمہارے پاس ہو اس کو دے دو۔ چنانچہ آپ کے حکم سے سو دینار اسمٰعیل کو دے دیئے گئے۔ اور وہ لے کر اپنے مکان کو واپس چلا گیا۔ [2]

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب۔ جلاء العیون۔ صواعق محرقہ۔ نور الابصار۔ ارجح المطالب۔ [2] نور الابصار علامہ شبلنجی مصری

۴- آزادیٔ غلاماں :- غلاموں کے ساتھ نہایت عمدہ تھا اور آپ اُن پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ ایک روز ایک غلام جو شیعیانِ علیؑ میں سے تھا۔ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ میرا آقا مجھ کو سخت پریشان کرتا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں۔ کہ کسی طرح آزاد ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اگر تیرے فروخت کرنے پر راضی ہو جائے تو میں قیمت ادا کر دونگا۔ غلام نے اس سے بات چیت کی۔ اور اسے دو سو درم پر راضی کر لیا۔ امام علیہ السلام نے دو سو درم ادا کر کے اُسے خرید لیا۔ اور اُسی روز راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔

اِسی طرح آپ نے کئی غلام دوسروں سے خرید کر کے آزاد کئے۔ آپ کا ایک غلام مہلب تھا۔ وہ آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا اِس قدر گرویدہ اور مدّاح تھا۔ کہ کہا کرتا تھا :-

"مَیں نے امام حسن عسکری علیہ السلام جیسا مہربان آقا کسی کو نہ پایا۔ وہ غلاموں اور کنیزوں پر ایسی شفقت فرماتے ہیں جیسے ایک مہربان باپ اپنی اولاد پر۔"

۵- مہمان نوازی :- علی بن ابراہیم کا بیان ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ کو بہت متردّد پایا۔ میں نے سبب پوچھا۔

آپ نے فرمایا:۔

"آج میرے گھر کچھ لوگ مہمان ہیں اور ان کی ضیافت کا کوئی سامان نہیں"۔

میں نے عرض کی:۔

"یا ابن رسول اللہ۔ آپ حکم دیجئے۔ میں ہر قسم کا سامانِ ضیافت حاضر کر دونگا"۔

آپ نے فرمایا:۔

"ہم اہلبیتؑ دوسروں کے مال سے اپنے مہمان کی ضیافت روا نہیں رکھتے"۔

میں نے عرض کی:۔

"پھر جو حکم ہو بجا لاؤں"۔

آپ نے فرمایا:۔

"میری یہ یمنی چادر فروخت کر لاؤ"۔

میں نے عرض کی:۔

"یا ابن رسول اللہ۔ سردی کا زمانہ ہے۔ اور آپ کے پاس دوسری چادر نہیں۔ اس کو رہنے دیجئے"۔

آپ نے فرمایا:۔

"جس خدا نے یہ دی ہے۔ وہ اور دے گا"۔

میں حضرت کا حکم بجا لایا۔ اور دس درم میں وہ چادر فروخت

کر کے قیمت حضرت کو لا کر دے دی۔ آپ نے اُسی وقت سامانِ ضیافت شروع کیا۔ میں حضرت کی اس حالت پر بہت کڑھا۔ آپ نے فرمایا :-

"تم کیوں کڑھتے ہو مجھے چادر اوڑھ کر وہ خوشی نہ ہوتی جو ان مہمانوں کی ضیافت سے ہوئی" [۱]

کیا کہنا آپ کی اِس مہمان نوازی اور اخلاقِ کریمانہ کا۔

۶۔ **شفقت** :- امام حسن عسکری علیہ السلام کی عمر کا بیشتر حصہ یا تو قید میں گزرا یا حراست میں۔ معتمد علی اللہ خلیفہ عباسی کے سپاہی بطور جاسوس ہر وقت حضرت کے نگرانِ حال رہتے تھے۔ ایک روز کسی شیعہ نے چند انار بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجے۔ وہ آپ کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ معتمد کا نگران سپاہی للچائی نظروں سے ان کو دیکھ رہا تھا۔ آپ نے ایک انار اس کو دے دیا۔ اس نے لے تو لیا مگر کھایا نہیں۔ فرمایا اے شخص تو کھاتا کیوں نہیں؟ حالانکہ تیری رغبت اس طرف پائی جاتی تھی۔ اُس نے کہا میں پانچ بچوں کا باپ ہوں۔ اور کوئی شے بغیر بچوں کے کھانے کا عادی نہیں ہوں۔ اس فکر میں ہوں۔ کہ یہ ایک انار ان سب پر کیسے

---

[۱] ضمیمہ نور ص ۹۴

تقسیم کرونگا۔ آپ نے یہ سُن کر وہ سب انار اس کو دے دیئے۔ اُس نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ۔ ان سب کی ضرورت نہیں۔ کچھ آپ اپنے لئے بھی رکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ ان بچوں کا کھانا میرے کھانے سے زیادہ بہتر ہوگا۔

آپ کا یہ اخلاق حسنہ اور شفقت دیکھ کر وہ سپاہی حضرت کا ایسا معتقد ہُوا۔ کہ حضرت کی ہر خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتا۔ جب معتمد کو یہ پتہ چلا۔ تو اُس نے اس سپاہی کو بُلا کر سخت سزا دی۔ اُس نے کہا۔ کہ اگر تو مجھے قتل بھی کر ڈالے گا۔ تب بھی ان کی محبّت میرے دل سے نہیں نکل سکتی۔

اس جواب سے معتمد کا غصّہ اور بڑھا اور حکم دیا۔ کہ اس کو عمر بھر کے لئے قید میں ڈال دو۔[1]

۷۔ کرم گستری کا نتیجہ مستعین کے بعد جب معتز باللہ تخت نشین ہُوا۔ تو اس سنگدل نے طرح طرح سے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو ستانا شروع کیا۔ بلکہ حضرت کی جان کا دشمن بن گیا۔ اُس نے حضرت کو علی بن بارمش کی حراست میں نظر بند کر دیا۔ یہ شخص بڑا شقی اور پکّا ناصبی تھا۔ سادات کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون اُتر آتا تھا۔ وہ ہر ممکن طریقہ

---

[1] ضمیمہ نور صـ ۹۳

سے حضرت کو ستاتا تھا۔

ایک بار اس کا اکلوتا لڑکا سخت بیمار ہوا۔ اور اس کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ کسی نے اس سے کہا۔ تیری حراست میں امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔ اگر وہ دعا کریں۔ تو امید ہے کہ یہ لڑکا اس مرض سے نجات پا جائے۔ وہ خاصان باری میں سے ہیں۔ اولادِ رسولؐ ہیں۔ اُن کی دُعا رد نہ ہوگی۔ یہ سُن کر وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔

حضرت نے اُسے معاف فرما دیا اور بغیر اس کے کہ وہ عرضِ حال کرے فرمایا۔ جا تیرا لڑکا صحت یاب ہوا۔ یہ سُن کر وہ شخص خوش خوش گھر آیا۔ دیکھا تو بیمار پر تندرستی کے آثار نمایاں تھے۔ اب تو وہ حضرت کا مخلص دوست اور سچا جان نثار بن گیا۔ اور ہر وقت حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔[1] یہ حضرت کے اخلاق کریمانہ کا اثر تھا کہ بدترین دشمن بھی نگوں سار ہوا۔

---

[1] ضمیمہ نور ص ۸۸

جدول حالات حضرت صاحب العصر الزمان

امام مہدی آخر الزمان

علیہ السلام

امام دوازدہم

اسم مبارک	محمدؐ
کنیت	ابو القاسم ۔ ابو عبد اللہ
القاب	قائم آل محمدؐ ۔ حجت اللہ ۔ مہدی ۔ منتظر ۔ صاحب العصر ۔ وغیرہ وغیرہ
پدر بزرگوار	حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام
والدہ ماجدہ	نرجس خاتون (سوسن ۔ ریحانہ ۔ مریم ۔ حکیمہ ۔ صیقل)
روز ولادت	جمعۃ المبارک
تاریخ ولادت	۱۵ ؍ شعبان ۲۵۶ھ (۸۷۰ء)
مقام ولادت	سر من رائے المعروف سامرہ

ولادت کے وقت بادشاہ	معتمد بن متوکل
بی بیوں کے نام	العلم عند اللہ
لڑکوں کے نام	العلم عند اللہ
لڑکیوں کے نام	العلم عند اللہ
روز غیبت صغریٰ [کبریٰ]	جمعۃ المبارک
تاریخ غیبت صغریٰ [کبریٰ]	۱۵ شعبان ۳۲۸ھ
مکان غیبت	سامرہ کا سرداب
مدت غیبت صغریٰ	۷ سال - پھر غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا۔
مدت امامت	تادم تحریر جدول ہذا ۱۱۲۳ سال
ظہور کب ہوگا	العلم عند اللہ
نقش نگیں	انا حجۃ اللہ وخالصۃ

حضرت صاحب العصر امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کریمانہ اخلاق

۱۔ حُسنِ خُلق:۔ آپ کے والد بزرگوار جناب امام حسن عسکری علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ آپ کے چچا جعفر ڈیوڑھی میں بیٹھے تھے۔ جو نہ تو امام تھے اور نہ ہی اس عہدہ جلیلہ کے کسی طرح اہل۔ لیکن امامت کے دعویٰ دار ہیں۔ کچھ لوگ آ آ کر اُن کو ان کے بھائی جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کے انتقال کا پرسا اور امام ہونے کی مبارکباد دینے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُن کا خادم عقید آیا اور جعفر کے پاس آ کر کہنے لگا۔

"آپ کے بھائی کو کفن پہنا چکے ہیں۔ چل کر نماز پڑھئے"۔ یہ سُن کر جعفر نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس روایت کے راوی ابو الادیان بصری بیان کرتے ہیں کہ ناگہاں ایک خوب صورت لڑکا مکان کے ایک گوشہ سے نکل آیا۔ آپ کا خلق ملاحظہ فرمائیے۔ کہ آپ کا چچا جعفر وہ شخص ہے۔ جس نے آپ کی بجائے امامت کا دعوےٰ کیا۔ مگر اسے ہٹا کر آپ نے صرف اتنا فرمایا:۔

"اے عمو۔ میں اپنے باپ پر نماز پڑھنے کا تم سے زیادہ مستحق ہوں۔"[۱]

---

[۱] تذکرۃ المعصومین وتبصرۃ الایمان یعنی سوانح عمری حضرت صاحب العصرؑ۔

۲۔ حقوقِ مسافر:۔ اہل بغداد کا ایک مردِ صالح جو ۱۱۳۶ھ تک زندہ تھا کہتا ہے کہ اُس نے ایک کشتی میں سفر اختیار کیا۔ اتفاقاً راستہ میں کشتی ٹوٹ گئی اور مال واسباب و مسافر جتنے تھے سوائے اُس کے سب غرق ہو گئے۔ یہ ایک تختہ کے سہارے بہتا ہوا چلا۔ ایک عرصہ کے بعد ایک جزیرے کے ساحل پر پہنچا اور تختہ سے اُتر کر اطراف جزیرہ کے گردش کرنے لگا۔ . . . .

(بہت دقتوں اور مصیبتوں کے بعد) ایک ایسے باغ میں جا پہنچا جہاں بے شمار عمدہ میوے درختوں سے آویزاں تھے۔ اور ایک عمارت نہایت عالی شان بنی ہوئی تھی۔ اس نے میوے کھائے اور عمارت کے ایک غرفہ میں بیٹھ رہا۔ تھوڑی دیر میں چند سوار دامنِ صحرا سے نمودار ہوئے اور باغ میں آکر بیٹھ گئے۔ اُن میں سے جو آگے آگے تھے وہ بزرگ باجلال وجمال صدر میں مقیم ہوا۔ اور باقی شخص مؤدّب دو زانو ہو بیٹھے۔ اتنے میں دسترخوان بچھا۔ اُس بزرگ نے فرمایا کہ ہمارا فلاں مہمان غرفہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اُسے بلا لو۔ وہ لوگ مجھے دیکھنے نکلے اور میرے پاس آئے۔ میں ڈرا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ اُنھوں نے یہی جا کر کہہ دیا۔ فرمایا اچھا اس کا کھانا وہیں پہنچا دو۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو پھر مجھے

طلب کیا۔ میں حاضر ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پوچھا تم اپنے اہل و عیال میں جانا چاہتے ہو۔ میں نے رضامندی ظاہر کی۔ ایک شخص کو حکم دیا اسے اس کے گھر پہنچا دو۔ وہ مرد مجھے لے کر چلا اور تھوڑی سی راہ طے کرنے کے بعد بولا۔ دیکھ یہ حصار بغداد ہے۔ یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ میں اپنی بے طالعی کے سبب مغموم ہوا کہ اللہ نے مجھے حضور امام پہنچایا مگر میں شرف حاصل نہ کر سکا[1]

۳۔ ہمدردیٔ مظلوماں :-

ابو راجح حمامی ایک مرد ضعیف شہر حلّہ میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ حاکم حلّہ جسے مرجان صغیر کہتے تھے سے کسی نے شکایت کر دی کہ ابو راجح اہلبیتؑ کی محبّت کا دم بھرتا ہے۔ ابو راجح گرفتار کرکے حاکم کے سامنے پیش کیا گیا۔ حکم ہوا۔ کہ اسے زد و کوب کرو۔ چنانچہ اُسے اَدھ موا کرکے چھوڑ دیا گیا۔ منہ پر اس قدر ضربیں لگائیں کہ دانت گر پڑے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعد ازاں کوچہ و بازار میں تشہیر کی گئی۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ حاضرین نے کہا یہ بوڑھا آدمی ہے اسے اتنی اذیّت ہی کافی ہے۔ اب یہ خود ہی مر جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ اُسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے عزیز و اقربا اُسے اٹھا کر لے گئے۔ رات گزری۔ صبح

---

[1] شمس الاسلام صد ۱۹۵ بحوالہ بہجتہ الاولیاء و نور العیون

ہوئی تو آکر دیکھا کہ وہ تندرست و توانا بیٹھا ہے۔ زخموں کا
کوئی نشان نہیں۔ لوگوں نے تعجب کیا۔ اور حال دریافت کیا۔
بولا میں نے اپنے مولا حضرتِ صاحب العصر و الزمان سے استغاثہ
بلند کیا۔ جب رات نے تاریکی کی چلمنیں چھوڑیں تو میں نے دیکھا
کہ تمام گھر منور ہو گیا۔ اور حضرت امام زمانؑ تشریف لائے۔
دستِ مبارک میرے منہ پر پھیرا اور فرمایا اٹھ باہر جا اور اپنے
اہل و عیال کے لئے کام کاج کر۔ یہ فرما کر حضورؑ غائب ہو گئے۔
پس میں نے اسی حالت میں صبح کی۔ [1]

۴۔ **حُسنِ خُلق۔ ہمدردی و کرم:۔** غانم ہندی کا بیان ہے کہ میں جناب
صاحب الزمانؑ کے اشتیاق ملاقات میں ایک مدت سے
حیران و سرگرداں تھا۔ یہاں تک کہ شہر بغداد میں پہنچا۔ ایک
دن بغداد کے پل پر اسی فکر میں ٹہل رہا تھا...... کہ ایک
شخص آیا اور بولا چلو تم کو تمہارے مولا بلاتے ہیں۔ میں یہ سُن کر
شاداں و فرحاں اُس کے ساتھ چل پڑا۔ یہاں تک کہ ایک باغ
اور مکان میں پہنچے۔ میں نے وہاں ایک جوانِ رعنا کو ایستادہ پایا۔
جس وقت اُس نے مجھے دیکھا فرمایا اھلاً و سھلاً۔ پھر

---

[1] شمس الظلام ص ۱۹۶ بحوالہ بحار الانوار مجلسی رح

میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ تم امسال مومنین قم کے ساتھ حج بیت اللہ کا قصد کرتے ہو؟ میں نے کہا "ہاں"۔ فرمایا تم امسال حج نہ کرو بلکہ امسال زیارت مشہد مقدس پر اکتفا کرو۔ سالِ آئندہ حج سے مشرف ہونا۔ اتنا فرما کر ایک رقم کی تھیلی مجھے دی اور فرمایا اسے اپنی ضرورتوں پر صرف کرنا اور جو کچھ تم نے یہاں دیکھا ہے۔ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ [۱]

(یہ واقع طویل ہے۔ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غانم ہندی کو اُس سال حج سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ اُس وقت حج پر جاتا۔ تو راہ میں ایک مصیبت عظیم میں مبتلا ہو جاتا۔ حج سے بھی محروم رہتا۔

۵ - رہنمائی گم گشتگان :

ارشد ہمدانی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب وہ حج بیت اللہ سے مشرف ہُوا۔ تو واپسی میں راہ بھول گیا۔ وہ ایک سرسبز و شاداب سرزمین میں جا پہنچا۔ وہاں ایک خیمہ نصب تھا۔ اُس نے دو غلاموں کو دیکھا۔ جنہوں نے یہ کہہ کر اسے ٹھہرا لیا کہ "خدا نے تیرے ساتھ نیکی کرنے کا ارادہ کیا"۔

---

[۱] دُرِ مقصود ص ۱۷۱ بحوالہ ینابیع المودۃ امام شیخ سلیمان حنفی قندوزی۔

اُن میں سے ایک شخص اُسے خیمہ میں اپنے ساتھ لے گیا۔ جہاں اُس نے ایک جوانِ رعنا کو اندر بیٹھے دیکھا جس کے گلے میں ایک طویل سیف حمائل تھی۔ اپنے سلام کے جواب کے بعد میں نے استفسار کیا کہ آپ کون بزرگ ہیں۔ فرمایا۔ "میں ہوں قائم آلِ محمدؐ۔ جو زمانہ آخر میں اسی تلوار سے تمام روئے زمین کو عدل وانصاف سے اِسی طرح پُر کردوں گا جس طرح کہ وہ پیشتر ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ میں منہ کے بل زمین بوس ہُوا۔ فرمایا سوائے خدائے قدوس کے اور کسی کو سجدہ نہ کرو۔ میں نے سر اُٹھایا تو فرمایا کہ تیرا نام ارشد ہے۔ اور تو شہر ہمدان کا رہنے والا ہے۔ آیا تیری خواہش ہے کہ تو اپنے اہل وعیال میں پہنچ جائے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں میرے مولا۔ آپ نے ایک تھیلی مرحمت فرمائی اور اپنے ایک خادم کو میرے ہمراہ کر دیا۔ جس نے میری آنکھیں بند کرکے تھوڑی دیر کے بعد کھولنے کا حکم دیا۔ میں واقعی اسد آباد میں پہنچ گیا تھا۔ اور ہمراہی غیب تھا۔ میں اپنے وطن ہمدان میں داخل ہُوا۔ تھیلی جس میں پچاس دینار تھے۔ جب تک میرے پاس رہی باعث برکت وخیر وخوبی رہی۔ [۱]

---

[۱] دُرِ مقصود ص ۱۷۳ بحوالہ ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی ص ۳۸۳

ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ)

قوم کا ایک فعال ادارہ ہے۔ جو بے لوث خدمتِ دین و ملت میں ہمہ تن مشغول ہے۔ تعلیماتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ (علیہم الصلوٰۃ و السلام) کی نشر و اشاعت اصلاحِ قوم اور اتحاد بین المسلمین اس کے مقاصد و اغراض میں سے ہیں۔ لہٰذا آج ہی اس کے ممبر بن جایئے۔ فارم داخلہ مفت حاصل کیجیئے:۔

داخلہ ۸/ ۔ بعد ازاں کم از کم ۱۲ / ماہوار یا ۹ روپیہ سالانہ۔ ممبران خصوصی سے کم از کم ۱۲ روپیہ سالانہ۔ ممبران دوامی سے یکصد روپیہ یکمشت۔

الــــــــداعی

مدیر ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ)

مرکزی دفتر لاہور

ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری۔ ۶ انار کلی لاہور

یا

مدیر معارف اسلام۔ ڈبی بازار۔ لاہور